سخن نغز

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک عظیم صوفی اور ولئ کامل
حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ چشتی نظامی سلیمانی قدس
سرہ العزیز کے
اقوال و مناقب اور ان کی زندگی کی شیریں حکایات

مولف
بدر العجمی

مرکز علم و ادب پاکستان پشاور
کے زیر اہتمام شائع کیا گیا

قیمت:۔ ایک روپے پچیس پیسے۔

تعارف اور انتساب

حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ میر پور کے رہنے والے اور شیخ المشائخ خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں حدکمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کا وصال ۱۲۹۵ھ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ مزار مقدس حسن ابدال سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر موضع "گڑھی افغاناں" میں واقع ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے خلفا میں حضرت سید علی شاہ صاحب (کشمیر) حضرت صوفی میاں احمد جی صاحب (میرہ شریف) اور خواجہ محمد عبداللہ شاہ صاحب (گڑھی افغاناں) قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر آپ کے سجادہ نشین اور بہت بلند پایہ کے عالم دین اور صوفی تھے۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ شاہ صاحب کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد اکرم شاہ صاحب تھے جو اپنے پیش رو مشائخ کے عمل اور اخلاق کی عظمتوں کے امین تھے، موجودہ سجادہ نشین خواجہ محمد اعظم شاہ صاحب مدظلہ العالی عہد حاضر کے بے بدل عالم اور فقیہ ہونے کے علاوہ بزرگان چشت میں ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ شیخ کا ادب آپ کی امتیازی خوبی ہے۔ نماز روزہ کی پابندی سختی سے فرماتے ہیں اور اپنے مریدین کو بھی شریعت اسلامیہ کے احکام پر چلنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

میں اس کتاب کو ان ہی کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں

(مولف)

۷۸۶

حرفِ اوّل

لکھنے والے ہمیشہ موضوع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ مورخ اکثر ادوارِ ملکی، تاریخی اور سیاسی موضوعات کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ افسانہ نویس فرضی اور موضوع داستانیں رقم کرتے ہیں۔ شعراء بلند خیالی اور نازک بیانی کے پرچم اڑاتے ہیں۔ مقصدیت اگرچہ سب لکھنے والوں کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ مگر تاریخ لکھنے والے اور عظیم ہستیوں کی زندگی کے حالات قلم بند کرنے والے اس معاملہ میں بہت محتاط ہوتے ہیں۔ ان کے ذمہ صرف تاریخی واقعات لکھنا ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ تاریخی شخصیتوں کی زندگی کے تمام نشیب و فراز سے آنے والی نسلوں کو آگاہ کرتے ہیں اور حقیقت پسندی سے کام لیکر ان کی زندگی کے ہر اچھے اور برے پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے ادب کا مقصدِ عظیم یہ ہوتا ہے کہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے صحیح حالات سے آگاہ ہوں اور ان کے اچھے کارناموں کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔

مذہبی شخصیتوں کی تاریخ لکھنے کا کام اور بھی زیادہ احتیاط طلب ہوتا ہے کیونکہ ان ہستیوں کے حالات براہِ راست کسی قوم کے اخلاقیات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر ان کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے مورخ غلو سے کام لے تو یہ نہ صرف اصولِ تاریخ نویسی کے خلاف ہے، بلکہ حقائق سے چشم پوشی بھی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر اس وقت ایک جید عالمِ دین اور خاندانِ چشت کے ولیٔ کامل حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ ایک فارسی کتاب "نافع السالکین" کا براہِ راست ترجمہ ہے۔ ہمارے ادیب محترم جناب

بذرا عجمی نے تالیف کیا ہے ــــ نافع الراغبین کے مصنف محمد زعفران رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے نہایت احتیاط سے وہ تمام واقعات قلم بند کیئے ہیں جو حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رح سے متعلق ہیں۔ محمد زعفران رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رح کے پیر بھائی تھے، اور ان ہی سے مجاز بھی تھے۔ خواجہ موصوف رح کی زندگی کے واقعات کا اردو ترجمہ اور پھر اس کی اشاعت اردو ادب پر احسانِ عظیم ہے۔ جس کے لیئے خواجہ موصوف رح کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد اعظم شاہ صاحب شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان کا ایک نایاب نسخہ کو شائع کرانا گویا شائقین تاریخ کو تاریخ تصوف کے ایک گم شدہ باب سے روشناس کرانا ہے۔

۱۔ عبدالواحد آزاد
۲۔ ساحر مصطفائی۔

مرکز علم و ادب پشاور

۷۸۶

مقدمہ

حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ قدس سرہ العزیز کے مناقب، ارشادات اور واقعاتِ زندگی اس کتاب میں درج ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ چشتیہ سلسلہ کے ایک عظیم المرتبت صوفی ہی نہیں بلکہ ایک بلند پایہ عالم بھی تھے۔ آپ کے حالاتِ زندگی نایاب تھے۔ اسی لئے بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے "خلفاء" کا ذکر کرتے ہوئے آپ کا ذکر نہایت اختصار سے کیا ہے۔

مجھے ۱۹۶۱ء میں حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحبؒ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کی سیر کرنے کا موقعہ بھی ہاتھ آیا۔ ایسی نایاب کتابیں وہاں موجود تھیں جن کا مطالعہ تاریخ تصوف کے طالبعلم کیلئے بیحد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ منجملہ ان نایاب کتب کے ایک قلمی نسخہ ہاتھ آیا جس کا نام "نافع السالکین" تھا۔ اور اس کا مصنف مروت کا رہنے والا ایک شخص محمد زعفرانؒ تھا۔ نسخہ فارسی زبان میں تھا۔ اور آج سے قریباً ۸۵ سال پہلے ۱۲۹۷ھ ہجری میں لکھا گیا تھا۔ میں نے اس نسخہ کو تاریخ چشتیہ کا ایک گمشدہ باب سمجھا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین خواجہ محمد اعظم شاہ مدظلہ العالی کی خدمت میں اس نسخہ کے اردو ترجمہ اور اس کی اشاعت کی اجازت کیلئے عرض کیا تو حضرت نے کمال مہربانی سے آمادگی کا اظہار فرمایا۔ اور مجھے قلمی نسخہ عنایت فرمایا تاکہ میں پشاور جاکر اطمینان سے اس کام کو سرانجام دوں۔ پشاور پہنچکر اگرچہ مجھے دوسرے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے اس طرف فوری طور پر متوجہ ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔

مگر آخر کار ۹ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ سے اس نسخہ کا ترجمہ شروع کیا۔

اصل کتاب میں حضرت کے ہر واقعہ اور کرامت کے بیان کے بعد مصنف نے اپنے خیالات، اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے مصنف کے خیالات کا ترجمہ نہیں کیا۔ یہ محض اس لئے بھی کیا ہے کہ قارئین حضرت کے حالات اور واقعات پڑھ کر خود ان کے متعلق اپنی رائے قائم کریں۔

یہ کتاب جہاں ایک طرف حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی کو بیان کرتی ہے وہیں خانوادۂ چشتیہ کے ایک نامور صوفی اور ولی حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بعض گوشوں کی نقاب کشائی بھی کرتی ہے۔

خاندانِ چشتیہ میں شیخ کا ادب ایک امر مسلمہ ہے۔ علامہ اقبال کا یہ قول کہ "ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں"۔ عملی صورت میں اس سلسلہ عالیہ کے پیروکاروں میں ملتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ امر مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اپنی تمام باطنی قوتوں کو اپنے شیخ کی شفقت اور توجہ کا مرہون منت سمجھتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اپنے زمانہ کے ایک بے بدل عالم تھے۔ ان کے علمی مناظرے اکثر اخوند صاحب سوات سے ہوتے رہے۔

اخوند صاحب سوات کے مختصر سوانح ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

آپ کا اصلی نام عبد الغفور تھا۔ حصول علم کا شوق بچپن سے تھا۔ پٹھانوں کی تاریخ کے مورخ جناب اللہ بخش یوسفی اپنی کتاب "یوسف زئی افغان" میں اخوند صاحب سوات کے متعلق لکھتے ہیں۔

"آپ کا سلسلۂ نسب مہمندوں کے قبیلۂ صافی سے جا ملتا ہے۔ آپ علاقہ

شاہیزئے (سوات) کے موضع جبڑی میں بر دوران سال ۱۷۹۴ء عیسوی پیدا ہوئے،
تعلیم کے ابتدائی مدارج طے کرنے کے بعد آپ گھر سے نکل کر گوجر گڑھی (ضلع مردان)
میں اپنے وقت کے مشہور عالم دین مولانا عبدالحکیم سے حصول تعلیم کرتے رہے کچھ عرصہ
آپ نے چمکنی (پشاور) اور زیارت کاکا صاحب (تحصیل نوشہرہ) میں گذارا پھر پشاور
میں حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اور آخر میں
موضع تورڈھیر میں کچھ عرصہ مولانا محمد شعیب کی خدمت میں گذارنے کے بعد ۱۸۱۱ء
میں (مولانا محمد شعیب کی وفات کے بعد) دریائے سندھ کے کنارے موضع بیکی میں
جا قیام کیا اور وہیں مشغول عبادت رہے ۱۸۲۸ء میں بیکی سے نکل کر نمرا اور پھر وہاں
سے موضع سلیم خان پہنچے جہاں انہیں اول بار "اخوند" پکارے جانے کا اعزاز
حاصل ہوا۔ سکھوں اور درانیوں کی جنگ میں آپ نے دوست محمد خان والئی کابل کا
ساتھ دیا۔ اس طرح اپنی عمر کے چوبیس سال گذارنے کے بعد ستمبر ۱۸۳۵ء میں وہ
اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔ ابتداءً انہوں نے موضع طلوچ کی ایک مسجد میں قیام
کیا وہاں سے موضع رنگیلا کو منتقل ہوئے۔ پھر موضع ہوڈی گرام کے قریب غازی
بابا کے مزار میں قیام رہا۔ اور بعد ازاں مرغزار کے پُر فضا مقام کی راہ لی۔ وہاں سے
موضع سہیل بانڈئی میں جا کر شادی کی اور ۱۸۴۵ء میں اس جگہ سے نقل کر کے موضع
سیدو میں سکونت اختیار کر لی ـــــ آپ نے ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء مطابق ۷ محرم الحرام
۱۲۹۵ھ بروز شنبہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ سیدو شریف میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔"

اخوند صاحب سوات نسوار اور تمباکو کے خلاف تھے اور اسے حرام کہتے تھے،
پشاور میں حافظ غلام جیلانی صاحب اور فقیہ صاحب تہہ خانہ والے ان کے حامی علماء
میں سے تھے۔ مگر ان ہی کے عہد کے جید عالم دین مولانا غلام جیلانی صاحب (آسیا
پشاور) ان کے اس فتوے سے متفق نہیں تھے۔ اسی عہد کے دو، دوسرے

مشہور و معروف عالم "درمنگے ملا صاحب" اور "کوٹہ ملا صاحب" بھی ان کے مسلک سے اتفاق نہیں رکھتے تھے۔

اخوند صاحب سوات اگرچہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عابد و زاہد بھی تھے مگر چونکہ وہ جذباتیت کا شکار ہو جاتے تھے اس لئے اپنے مسلک کے مخالفین پر کفر کا فتوے لگادیتے تھے۔ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد کو اخوند صاحب سوات کے فتووں نے کمزور کیا۔ انہوں نے اور ان کے حامیوں نے رائے عامہ کو سید احمد بریلوی رح کے خلاف کر دیا۔ وہابی کو واجب القتل قرار دیا۔ اخوند صاحب سید احمد بریلوی رح کو چونکہ وہابی کہتے تھے اس لئے ان کے مسلک کے حامی علماء کے فتوے سے سید صاحب کے تمام عاملین اور تحصیلداروں کو جو مالیہ اور عشر جمع کرنے کیلئے دیہات میں گئے ہوئے تھے ایک ہی رات میں قتل کر دیا گیا۔ اخوند صاحب کے حامیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے اس قتل عام نے سید احمد بریلوی رح کو بد دل کر دیا اور وہ حج کے سفر پر جاتے ہوئے راستہ میں بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اس میں شک نہیں کہ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ عقاید ایسے تھے جنہیں عامۃ المسلمین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی تصنیف "صراط مستقیم" میں جسے ان کے خلفاء مولانا اسماعیل شہید رح اور مولانا عبدالحیؒ نے مرتب کیا تھا۔ بعض ایسے مسائل پر خیال آرائی کی گئی تھی جن سے صوفیاء کے بعض طریقوں پر براہ راست زد پڑتی تھی۔ اور اس کی وجہ سے ان کی ہر دلعزیزی میں کمی واقع ہو چکی تھی۔ مگر بحیثیت مجموعی ان کی تحریک جہاد کے خاتمہ نے مسلمانوں کو بے عملی کی زندگی سے دوچار کر دیا تھا۔

حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ قدس سرہ العزیز شریعت اور

طریقت دونوں کے نقیب تھے۔ علم باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر کا وافر حصہ بھی رکھتے تھے۔ علم سے محبت آج تک ان کے خلفائ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ شریعت کی پابندی آپ کا بھی عزیز ترین مسلک تھا اور آپ کے خلفائ بھی شریعت کو طریقت کا لازمہ سمجھتے ہیں۔ آپ جب بھی کسی کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت فرماتے تھے تو اس سے ارکانِ اسلام کی پابندی کا عہد لیتے تھے۔ نافع الراسخین کے مصنف محمد زعفران رحؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

"دست بیعت جناب ولایت مآب بے شک و لاریب دستِ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود۔ چراکہ مستقیم بر شریعتِ نبوی بلکہ یک سرِ موئے مخالفت از شریعت نہ ورزیدے۔ و ہر آنکس کہ مستقیم بر شریعت باشد عین ولایت ہمیں باشد۔"

اس کتاب کا آغاز میں نے حضرت خواجہ محمد اعظم شاہ صاحب مد ظلہ العالی سجادہ نشین کے ارشادات گرامی سے کیا ہے۔ حضرت موصوف کے ان ارشادات سے خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحؒ کی صوفیانہ زندگی کے ابتدائی ایام کے واقعات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں حضرت موصوف نے مجھ پر جس شفقت کا اظہار فرمایا اس کیلئے میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

بدر انجم

پیرایۂ آغاز

رموزِ عشق اگر خواہی زلوحِ دل نواں خواندن
کہ حرفے از روایاتش بصد دفتر نمی گنجد (خواجہ بزرگ رح)

۶ مئی ۱۹۶۳ء بروز یک شنبہ کے دن مجھے اپنے ایک عزیز دوست شماس گل (خان آف امان کوٹ) کے ساتھ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے مزار مقدس پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نماز عصر کے بعد خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد اعظم شاہ صاحب مدظلہ العالی مزار مقدس کے پائینتی رونق افروز تھے۔ حاضرین مجلس ادب کی تصویر ہی نہیں بلکہ عقیدت کے پیکر بنے ہوئے ارشادات عالیہ سن رہے تھے۔ موضوعِ سخن خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے واقعات زندگی تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا:

"خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار (محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور اسی نسبت سے حضرت رح بھی اوائل عمر میں سماع کے خلاف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کو خواب میں ان کے مرشد کی شکل دکھائی گئی چنانچہ آپ اپنے مرشد کی تلاش میں مکھڈ شریف پہنچے۔ یہاں حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ کے خلیفہ حضرت محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات جاری تھے۔ آپ کو یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس بزرگ ہستی کی زیارت انہیں خواب میں کرائی گئی تھی

وہ یہاں موجود نہیں۔ آپ نے وہیں سنا کہ حضرت محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے چونکہ آپ سماع کے خلاف تھے اور حضرت محمد علیؒ سماع سنتے تھے اس لئے آپ نے دریا کے سفر میں ان سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ اور خود پیدل خشکی کے راستہ تونسہ شریف روانہ ہو گئے۔ باوجودیکہ کشتی کی رفتار دس یا بارہ میل فی گھنٹہ کی تھی۔ مگر آپ اور حضرت محمد علیؒ اکٹھے تونسوی دربار میں پہنچے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے سماع سے نفرت کی بنا پر سفر میں علیحدگی اختیار کی مگر دورانِ سفر مزامیر کی آواز میرے کانوں میں آتی رہی۔ جب آپ سلیمانی دربار میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں وہی بزرگ موجود ہیں۔ جن کی شبیہ مبارک انہیں خواب میں دکھائی گئی تھی۔ آپ کو حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسویؒ نے اہلاً وسہلاً ومرحبا فرما کر اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ ؎

فیضِ خدا کہ بر دلِ آگاہ می رسد
اے دل بہوش باش کہ ناگاہ می رسد

دربار سلیمانیؒ میں جب آپ کو حاضری دیتے ہوئے کچھ دن گزرے تو حضرت پیر و مرشد نے تونسہ سے واپسی کا حکم دیا۔ چونکہ مرشد کی محبت غالب آ چکی تھی اس لئے آپ نے جدائی اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ اور عرض کیا کہ میں کسی اور جگہ جانے کی بجائے مرشد کی خدمت کرتا رہوں گا۔ اس انکار پر پیر و مرشد نے اپنی محفل سے اٹھوا دیا۔ آپ صحرا کی طرف نکل گئے اور تین شبانہ روز روتے رہے۔ تیسرے دن حضرت پیر و مرشدؒ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ فاضل شاہ کو حاضر کیا جائے۔ خادمین نے ہر چند

حجروں میں ڈھونڈا، مگر آپ نہ ملے۔ پیر و مرشد کو حضرت کی گم شدگی کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے فرمایا "عاشق حجروں میں نہیں ملتے جاؤ وہ صحرا میں ایک ٹیلے کے پاس بیٹھا رو رہا ہے"۔ چنانچہ حضرت کو جب معلوم ہوا کہ پیر و مرشد نے انہیں یاد فرمایا ہے تو خوشی سے پھولے نہ سمائے اور حاضر خدمت ہوئے اس مرتبہ پھر تونسہ سے واپسی کا حکم دیا گیا اور پہلے کی طرح پھر آپ نے انکار فرمایا اب کے انہیں دو رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے تعمیل ارشاد کی۔ نوافل کی ادائیگی کے دوران ان پر عرش معلّےٰ سے لیکر تحت الثریٰ تک کے تمام حجابات اٹھ گئے اور کشف حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد انہیں دو رکعت دریا کے کنارے ادا کرنے کا حکم ملا۔ چنانچہ ان نوافل کی ادائیگی کے بعد ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی جنہوں نے انہیں علوم ظاہری سے نوازا۔ اس طرح ان کے باطنی اور ظاہری علوم کی تکمیل ہوئی۔ ؎

بے یارِ خود سفر مکن از ہیچ حد معینؒ
تنہا مرو بباش کہ ہمراہ می رسد

پھر ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک کتاب میں ایک وظیفہ دیکھا جس کے متعلق یہ وضاحت کی گئی تھی کہ اس کے پڑھنے کے بعد دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ وظیفہ پڑھا اور آپ پر ایک تجلی کا ظہور ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپ اپنے مرشد خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا آج جس نے خدا کو دیکھا ہے وہ اس مجلس سے اٹھ جائے۔ چنانچہ آپ نے تعمیل ارشاد کی، دوسرے اور تیسرے دن پھر اسی طرح مجلس سے نکالے گئے۔ اس کے بعد حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ نے انہیں فرمایا کہ تم

نے جو تجلی دیکھی تھی وہ رحمانی نہیں بلکہ شیطانی تھی۔ جو وظیفہ مرشد کی اجازت کے بغیر پڑھا جائے اس کے ردعمل میں شیطان کا عمل دخل ہوا کرتا ہے۔" چنانچہ اس کے بعد حضرت شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود انہیں وظیفہ مرحمت فرمایا جس کے پڑھنے سے ان پر تجلیات ربانی کا ظہور ہوا"

حضرت نے ارشادات جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تونسہ شریف جاتے ہوئے راستہ میں ایک مسجد میں رات گذاری اسی مسجد میں ایک درویش صورت شخص بھی قیام پذیر تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ تہجد کیلئے گرم پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو خادمین آگ جلانے کا اہتمام کرنے لگے۔ اس درویش صورت شخص نے جو وظیفہ میں مصروف تھا خادمین کو اشارہ سے بلا کر پانی کا کوزہ طلب کیا۔ خادمین نے پانی سے بھرا ہوا کوزہ پیش کیا۔ اس شخص نے کوزہ اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور پانی کھولنے لگا۔ اس گرم پانی سے نہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وضو فرمایا بلکہ دوسرے خادمین بھی مستفید ہوئے۔ اسی مسجد میں ایک عورت جس کا بچہ خاوند کی غیر موجودگی میں مر گیا تھا۔ رو رو کر کہہ رہی تھی۔ کہ کاش میرا بیٹا زندہ ہوتا اور اپنے باپ سے کچھ دو چار باتیں کر لیتا۔ وہ درویش اس مردہ بچے کے پاس گیا۔ اس پر کچھ دم کیا اور وہ زندہ ہو گیا اس کے بعد اس بچہ کا باپ آیا جس کے ساتھ اس نے باتیں کیں اور اس کے بعد مر گیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعات دیکھ کر اس درویش کے متعلق کامل ولی ہونے کا گمان فرمایا، مگر جب آپ تونسہ شریف پہنچ کر اپنے پیر و مرشد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب نے ارشاد فرمایا۔" جس درویش کو تم کامل ولی سمجھتے ہو وہ صرف اسم یا حیؓ کا عامل ہے اور عامل ہونا کچھ شے نہیں

طریقت اور سلوک میں کمال حاصل کرو"۔

ان ارشادات کے بعد نماز مغرب کی تیاری کرنے کیلئے یہ رشد و ہدایت کی مجلس برخاست ہوئی میں نے موقعہ کو غنیمت جانا اور نماز مغرب کے بعد ان ارشادات کو قلم بند کر لیا تاکہ انہیں زیر نظر تالیف کے آغاز میں بطور تبرک شامل کر سکوں۔

الحمد للہ کہ مجھے اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور ان ارشادات گرامی کو قارئین کرام کے مطالعہ میں لانے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

بزاز عجمی

حکایاتِ شیریں

نافع السالکین کے مصنف روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب ولایت مآب حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ قدس سرہ العزیز اپنے شیخ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس سفر کے دوران میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور رات وہیں بسر فرمائی۔ صبح صادق کے وقت جب آپ روانہ ہوئے تو میں نے بھی ان کی معیت کا شرف حاصل کیا۔ فجر کی نماز ہم نے حضرت شیخ سلیمان تونسوی کے مزار کے پاس پہنچکر ادا کی اس کے بعد جناب ولایت مآب نے تمام اہل مقبرہ کیلئے دعا فرمائی۔ پھر چند قبور کیلئے جو اسی مقبرہ کے ایک سرے پر واقع تھیں علیحدہ دعا مغفرت فرمائی۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ نے ان چند قبور کیلئے دوسری بار دعا کیوں فرمائی اور اپنی پہلی دعا پر اکتفا کیوں نہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شہدا کی قبریں تھیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رحمت کی بدولت وہ عیش، عشرت، آرام اور سکون کے عالم میں تھے۔ میں نے ان کی شفاعت کی امید پر دعا کی۔ آپ یہ فرما کر اتنا زار و قطار روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اسی عالم میں آپ کی زبان پر یہ فقرہ آ جاتا کہ "خدا جانے میرا کیا حشر ہوگا"؟ جب آپ کی طبیعت کو سکون حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا "غریب نواز! کیا آپ نے شہدا کو کچھ کہتے سنا؟ ارشاد فرمایا۔ اس بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھ کیونکہ تو ان (شہدا) کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتا ــــــ آپ کے کشف کا یہ عالم تھا کہ وہ مردوں کے حالات سے بھی باخبر تھے۔ ان کی آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی۔ بلکہ ظاہر اور باطن

دونوں پر ان کی نظر تھی۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں ... پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
اندر آئینہ چہ بیند مرد عام ... کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
چشم بینا بہتر از سی صد عصا ... چشم بشناسد گہر را از حصا

آپ کے مرید اکرم خان نے جو معمول کے زمیندار تھے اپنی زمین کو آباد کرنے کیلئے ایک چھوٹی سی ندی تعمیر کی اور اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ غریب نواز دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس ندی کو میرے لئے ہی نہیں بلکہ گاؤں کے ہر شخص کیلئے نفع مند ثابت فرمائے۔ ارشاد فرمایا "اکرم خان تیری یہ ندی ابھی عارضی ہے کیونکہ گاؤں کے کچھ لوگ اس کے بارے میں تجھ سے مقدمہ بازی کریں گے"۔ عرض کیا غریب نواز! کسی شخص کا اس ندی میں کوئی حق یا حصہ نہیں ہے پھر مقدمہ بازی کیسی ہو گی۔ فرمایا " اگرچہ حق نہیں رکھتے مگر حسد کی وجہ سے وہ تجھ پر دعویٰ کریں گے۔ لیکن تو مایوس نہ ہو کیونکہ ان کے دعوے کے بعد تجھے حاکم سند دیں گے اور ندی پر تیرا حق سرکاری طور پر مان لیا جائیگا۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی چند افراد نے اکرم خان کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ جسے بعد میں عدالت نے مسترد کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت ؒ فتح جھنگ تشریف لیگئے وہاں انہوں نے اپنے ایک مرید قاضی محمد معصوم کو طلب کیا اور فرمایا کہ آج کھانے کا انتظام کرو۔ قاضی محمد معصوم کا بیان ہے کہ میں شیخ کے اس حکم کے بعد اٹھا بازار سے دس سیر آٹا اور دس سیر گوشت خرید کر لایا اور کھانا تیار کیا۔ شام کے وقت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریب نواز کھانا تیار ہے۔ فرمایا تمام مہمانوں کو اپنے ہاں لے جاؤ یہ تمام بھوکے ہیں۔ انہیں اتنا کھانا دو کہ سیر ہو جائیں۔ میری حیرت

کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مہمانوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی اور میں نے زیادہ سے زیادہ بیس افراد کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ اس صورت حال سے میں بہت پریشان اور شرمندہ ہوا۔ گھر پہنچکر تمام کھانا مہمانوں کے آگے لاکر رکھ دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر سربسجود ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد مہمان کھانا کھا کر باہر چلے گئے تو ایک شخص نے آکر مجھے کہا۔ اے قاضی احمد! مہمان کھانا کھا کر چلے گئے ہیں۔ میں نے مہمان خانہ میں جا کر دیکھا کہ مہمانوں سے بہت سا کھانا بچ چکا تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ قاضی صاحب! تم پریشان کیوں ہو گئے تھے۔ تمہیں چونکہ مجھ سے تعلق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں برکت ڈال دے۔ اس کے بعد آپ خود اٹھے اور قاضی صاحب کے مکان پر پہنچکر باقی ماندہ کھانا تناول فرمایا۔ کھانے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ انہوں نے قاضی صاحب کے کندھوں پر رکھکر فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے دوستوں کو یاد رکھتا ہوں ان کے حالات سے غافل نہیں رہتا۔

یہی قاضی محمد معصوم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بہت سخت بیمار ہوا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اسی حال میں تھا کہ ایک قرضخواہ میرے پاس آیا اور کہا۔ قاضی صاحب! تم نے مجھ سے چار روپیہ قرض لئے تھے وہ مجھے ادا کر دو کیونکہ تم مر گئے تو پھر مجھے میری رقم کوئی نہیں دے گا۔ اس وقت ایک پیسہ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ قرضخواہ چلا گیا۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں تھا اسی وقت اپنے مرشد (حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب) کو دل میں یاد کیا اور عرض کیا۔ یا شیخ میری مدد فرمایئے۔ اسی خیال اور تفکر کے عالم میں میری

آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ؒ ارشاد فرما رہے ہیں۔ قاضی صاحب! ادائیگی قرض کا خیال دل سے نکال دے۔ جب بیدار ہوا تو ایک شخص میرے پاس آیا اور چار روپیہ عنداللہ مجھے دیکر چلا گیا۔ میں نے فوراً قرض خواہ کو بلا کر اس کا حساب چکا دیا۔ اس کے بعد شافی مطلق نے مجھے شفائے کامل عطا فرمائی۔

مولوی عبدالرحمٰن ساکن سمول روایت کرتے ہیں کہ میں جناب ولایت مآب ؒ کے ہمراہ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز کی قدمبوسی کیلئے تونسہ شریف گیا ہوا تھا۔ کچھ روز وہاں قیام کرنے کے بعد اپنے وطن کو لوٹے سفر کے دوسرے دن صبح کے وقت حضرت ؒ نے فرمایا "عبدالرحمٰن! تو خیال رکھ! میں ابھی تیری نظروں سے روپوش ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ مجھ سے آگے روانہ ہوئے اور تیز خرامی کے ساتھ ساتھ ذکر جہر شروع کر دیا۔ جوں ہی آپ نے لَآ اِلٰہ فرمایا۔ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے انہیں ادھر ادھر بہت ڈھونڈا مگر نہ پا سکا۔ آخر کار ان کی تلاش سے مایوس ہو کر حیرت اور پریشانی کے عالم میں روتے روتے سو گیا۔ ناگاہ جناب ولایت مآب نے مجھے بیدار کیا اور ارشاد فرمایا۔ "عبدالرحمٰن اٹھ! تاکہ روانہ ہوں۔ میں نے عرض کیا غریب نواز آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ کہ میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا مگر نہ پا سکا۔ ارشاد ہوا۔" عبدالرحمٰن! پریشان نہ ہو! میں مذاق اور خوش دلی کے طور پر تیری نظروں سے چھپا تھا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت کے ایک خلیفہ نور محمد روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالخلافہ ادھے تھے تو اس جگہ کا بڑا خان ملک

اللہ یار خان کبھی کبھی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوتا تھا۔ اور رخصت کے وقت اکثر کہتا تھا کہ غریب نواز میری جان، مال اور اولاد تمام آپ کی ملکیت ہیں۔ صرف حضور مجھے اپنی حلقہ بگوشی کا فخر عطا فرمائیں۔ آپ ہمیشہ جواب دیتے "مجھے تیری دولت کی ضرورت نہیں۔ تو صرف دین نبی ؐ پر قائم رہ کیونکہ اس دین کے علاوہ تمام دین باطل اور مکر زدہ ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ملک اللہ یار خان ہمیشہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا۔ اس نے افعال ذمیمہ سے توبہ کرلی۔ اور ہر وقت ذکر خدا میں مصروف رہنے لگا اس کے اخلاق کی یہ تبدیلی حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ چشتی کی تقدس مآب صحبت کی مرہون منت تھی

رازق مطلق خدائے پاک ہے

نافع الراسخین کے مصنف محمد زعفران اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میرے استاد اخوندزادہ محمد گل ہزاروی رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رح کے ہمراہ کشمیر کے علاقہ میں ایک پہاڑی علاقہ کی طرف تفریح کی غرض سے گیا۔ ہمارے ساتھ تقریباً ایک سو معتقدین اور تھے۔ تین دن اس تفریحی سفر میں گذرے چوتھے دن ہم ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے، ہمارے پاس خورد و نوش کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ جناب ولایت مآب رح نے فرمایا آج رات یہیں گذاریں گے۔ میں نے عرض کیا غریب نواز یہاں کھانے پینے کا بندوبست نہیں رات کیسے کٹے گی؟ ارشاد فرمایا روٹی اور پانی ہمیں رازق مطلق عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ نے دوگانہ کی نیت فرمائی۔ نماز دوگانہ کے بعد آپ رو بقبلہ ہو کر بیٹھ گئے ناگاہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور خوب بارش ہوئی ہم نے بارش

نوٹ: آپ ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ کے پردادا تھے۔

کا پانی پینے کے لئے بقدرِ حاجت ذخیرہ کر لیا۔ اس کے بعد ہم اس فکر میں تھے کہ کھانا کہاں سے کھائیں گے۔ نمازِ عصر کے بعد ہم نے دیکھا کہ لوگ ہر طرف سے پہاڑ کی چوٹی کی طرف آ رہے ہیں ان میں سے بعض لوگوں کے سروں پر آٹے کی بوریاں تھیں، بعض کے پاس گھی تھا، بعض چاول لا رہے تھے اور بعض دیگیں اٹھا کر آ رہے تھے۔ شام کی نماز کے وقت تک آنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہو گئی ساری رات کھانے اور پکانے میں گذری جب صبح صادق نمودار ہوئی تو وہاں نہ ہی نووارد لوگوں کا کوئی نشان تھا اور نہ ہی وہ دیگیں موجود تھیں جن میں رات کو کھانا پکا تھا۔

اخوندزادہ محمد گل رحمہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ساتھ چند افراد حضرت رحمہ کی معیت میں سفر کر رہے تھے یہ سفر شب و روز جاری رہا۔ راستہ کی تکالیف اور فاقہ کی وجہ سے سفر جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ آخر ہم نے شیخ رح کی خدمت میں عرض کیا، "غریب نواز! ہم فاقہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔" ارشاد فرمایا "میں تم سے آگے جا رہا ہوں، اگر تم راستہ میں کچھ سامان خورد و نوش پاؤ تو وہ کھا لینا اور اس میں میرے حصے کا کھانا بھی رکھ لینا۔" آپ یہ فرما کر ہم سے آگے چل دیئے اور درختوں کے جھنڈ میں جا کر ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ ہم کچھ دور آگے گئے تو ہم نے دیکھا کہ راستہ میں ایک جگہ ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے اور اس پر کھانا چنا ہوا ہے۔ ہم لوگ کھانے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے چونکہ بھوک نے سخت ستا رکھا تھا۔ اس لئے ہم نے تمام کھانا ختم کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت رح درختوں کے جھنڈ میں سے نمودار ہوئے اور تبسم فرما کر پوچھا "کیا تم لوگوں کو کوئی چیز کھانے کی ملی؟" ہم نے کہا "غریب نواز! جو کچھ بھی ملا ہے آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

پھر مسکرا کر فرمایا " یہ میرے کیسے دوست ہیں جو کچھ پاتے ہیں خود کھا لیتے ہیں اور اس میں سے میرا حصہ نہیں رکھتے ۔"

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا ؟ (آتش)

حضرتؒ کے ایک خلیفہ نور محمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرتؒ کے ہمراہ تھا اسی سفر کے دوران جب کالا باغ پہنچے تو ملک مظفر خان نے حضرتؒ کی دعوت کی۔ جب کھانا حضرت کے سامنے چنا گیا تو حضرتؒ نے ملک مظفر خان سے فرمایا " مظفر خان! ایسا وقت بھی آئے گا کہ تو میرے ساتھ دشمنی کرے گا لیکن معلوم نہیں کہ اس دشمنی کا سبب کیا ہوگا۔ اس علاقہ میں میری کوئی زمین نہیں جو دشمنی کا سبب ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تیرا یہ کھانا جو میں کھا رہا ہوں دشمنی کا سبب بنے "۔ ملک مظفر خان زار و قطار رو کر کہنے لگا " غریب نواز! کھانا کیا چیز ہے میرا تمام مال اور دولت آپ کی ملکیت ہے اور مجھے آپ کی غلامی پر فخر ہے۔ خدا نہ کرے کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی مخالفت پیدا ہو "۔

اولیاء اللہ کا قول جھوٹ نہیں ہوتا آخر کار دیکھا گیا کہ کچھ دنوں کے بعد ملک مظفر خان نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت شروع کر دی۔

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید از نان حلال (رومی)

ایک مرتبہ جناب ولایت مآبؒ فتح جنگ تشریف لے گئے تقریباً چالیس افراد ان کے ساتھ تھے۔ پہلے دن فتح جنگ کے ملک سلطان خان کے ہاں ٹھہرے

ملک سلطان خان کا بیان ہے کہ میرے پاس اس دن بیس روپے تھے جو میں نے کسی صاحب حاجت سے بطور رشوت لئے تھے وہی روپے حضرت رح کی مہمانی پر خرچ کر دیئے۔ جب رات گزری تو حضرت نے مجھے طلب فرمایا۔ میں فوراً حاضر خدمت ہوا لیکن دیکھا کہ حضرت پریشانی کے عالم میں تھے اور چہرہ پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ ارشاد فرمایا " سلطان خان! آج رات میں اتنی غفلت کی نیند سویا کہ کوئی عبادت نہ کر سکا اور تمام بدن سست رہا۔ معلوم نہیں کہ تیری مہمانی حرام تھی یا مکروہ۔ یا اس کا کوئی اور سبب تھا؟ ملک سلطان خان کا بیان ہے کہ میں شرمندہ ہو گیا۔ حضرت کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ اور چپکے سے اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔

دوستی اخلاص ہی اخلاص ہے

موضع سمول کے ملک محمد اکرم خان روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رح راولپنڈی سے روانہ ہوئے اور گڑھی افغانان میں (جہاں حضرت کا مدفن ہے) تشریف فرما ہوئے یہاں دو دنبے ذبح کئے اور ان کا گوشت پکا کر مساکین کو کھلا دیا اور ذبیحہ کی ہڈیاں دفن کر دیں۔ میں نے عرض کیا " غریب نواز! اس میں کیا حکمت ہے۔ کہ دنبوں کا گوشت تو آپ نے مساکین کو کھلا دیا ہے اور ہڈیاں دفن کر دی ہیں " ارشاد فرمایا " کچھ دنوں کے بعد راولپنڈی میں وبا پھوٹے گی وہاں میرے دو دوست ہیں۔ اس خیال سے کہ انہیں وبا میں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں نے ان دو دوستوں کے لئے دو دنبے صدقہ کئے " تھوڑے دنوں کے بعد راولپنڈی میں وبائی مرض پھوٹ پڑا۔ اور بہت سے لوگ اس وبا میں ہلاک ہوئے مگر حضرت کے ان دو دوستوں کو درد سر کی بھی شکایت نہ ہوئی۔

دل را بہ دل رہے است

اخوندزادہ محمد گل صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں کہ ایکبار تبہ حضرتؒ منوں تشریف لائے اور ملک پیر محمد مست خان کے ہاں قیام فرمایا۔ ایک دن مجھے بلاکر فرمایا "منوں میں اخوندزادہ کریم خان نامی شخص کہاں رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا "غریب نواز! میں اخوندزادہ کریم خان کو نہیں پہچانتا۔ حضرت خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر اس شخص کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ حضرت پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر اسی طرح استفسار فرمایا اور میں نے اسی طرح جواب دیا۔ اس کے بعد خاموش ہو گئے جب زوال آفتاب کا وقت آیا تو اچانک اخوندزادہ کریم خان اپنے شاگردوں کے ساتھ آئے اور کہنے لگے اگر حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسویؒ کے خلیفہ یہاں موجود ہوں تو برائے خدا مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ تاکہ میں ان کی قدمبوسی کروں اور ان کی بیعت کا شرف حاصل کر سکوں"۔ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ آپ منوں کے جس کریم خان نامی شخص کے متعلق استفسار فرمار ہے تھے وہ آپ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہے۔ حضرت اس کا نام سنتے ہی خلوت سے باہر تشریف لائے۔ اخوندزادہ کریم خان بھی بے قراری سے دوڑ کر حضرت کے قدموں سے لپٹ گیا۔ حضرت رح کریم خان کا ہاتھ پکڑ کر اسے مسجد میں لے گئے۔ اور اپنے سامنے بٹھا دیا۔ میں اس وقت مسجد کے دروازہ پر کھڑا تھا اور یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا۔ آپ نے کریم خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ارشاد فرمایا "کریم خان! سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرو"۔ اخوندزادہ کریم خان باوجودیکہ عالم فاضل تھے۔ سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکے

بلکہ ان پر رعشہ طاری ہو گیا۔ آخر کار حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرمائی اور کریم خان نے تلاوت میں ان کی اقتدا کی۔ بیعت کے بعد جب کریم خان مسجد سے باہر آئے تو میں نے ان سے ذکر کیا۔ کہ ان کے تشریف لانے سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پوچھ رہے تھے۔ کہ بنوں میں کریم خان نامی شخص کون ہے۔ یہ سن کر کریم خان نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح مجھے حکم دے رہے ہیں کہ اٹھ اور میرے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر۔ جب بیدار ہوا تو میں نے خواب کی کی تعبیر کا چنداں خیال نہ کیا۔ پھر سویا اور اسی طرح کا حکم پھر ملا۔ میں نے دوسری بار بھی اس حکم کی طرف توجہ نہ دی۔ تیسری مرتبہ جب آنکھ لگی۔ تو پھر وہی خواب دیکھا۔ اب کے بیدار ہونے پر بے قراری بڑھ گئی۔ اور سیدھا یہاں پہنچا ہوں۔" آخوندزادہ کریم خان سے یہ واقعہ سن کر میں حضرت رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہیں خواب کے واقعہ سے مطلع کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ "میں نے تجھ سے تین مرتبہ اس نام کے متعلق استفسار کیا تھا۔ مجھے بھی تین ہی مرتبہ میرے شیخ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز نے حکم فرمایا تھا کہ کریم خان کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں داخل کرو۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند

محمد زعفران مصنف نافع الراسخین لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رح اپنے مرشد خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے ہوئے میرے غریب خانے پر قیام پذیر ہوئے

میں نے عرض کیا۔ غریب نواز! میں نے سنا ہے کہ آپ کا اخوند صاحب سوات کے ساتھ مناظرہ ہوا تھا۔ اس مناظرہ کی تفصیلات کیا ہیں؟" حضرتؒ نے فرمایا۔ "حاسدوں اور مخالفوں نے اخوند صاحب سوات کے سامنے میرے متعلق اس بارے میں غلط گواہی دی کہ یہ شخص بھنگ اور نعوذ باللہ شراب کو حلال کہتا ہے۔ اخوند صاحب سوات نے اس کے بعد حکم دیا کہ جو کوئی اس شخص کو پکڑ کر لائے گا خدا اور رسول اس سے راضی ہو جائے گا۔ اخوند صاحب کے مریدین اس حکم کے بعد میری گرفتاری کے درپے ہو گئے۔ خداوند تعالیٰ کے کام دیکھئے کہ میں اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کرنے کیلئے پہاڑ کے جنگلات میں لکڑیاں خریدنے گیا۔ جب میں پہاڑ پر پہنچا تو میں نے پچاس افراد کو مزدوری پر رکھا اور لکڑیاں خرید خرید کر دریائے اٹک میں ڈالتا گیا۔ بعض مزدوروں کو لکڑیوں کے ساتھ روانہ کیا اور کچھ لکڑیوں کے ساتھ میں خود روانہ ہوا۔ راستہ میں پہلے دن رات کے وقت ہم ایک شہر میں پہنچے جو دریا کے کنارے پر واقع تھا۔ اس شہر کا حاکم اخوند صاحب سوات کا مرید تھا۔ تمام لکڑیاں دریا سے نکال کر کنارے پر جمع کر دی گئیں۔ نماز مغرب کے وقت شہر کے حاکم کو ہماری آمد کی خبر ہوئی تو وہ ہمارے استقبال کو آیا اور ہماری بہت تعظیم کی بلکہ ہماری دعوت کیلئے دو تین دنبے بھی ذبح کر دیئے۔ عشاء کی نماز اور کھانے کے بعد حاکم شہر نے کہا کہ اگر آپ میرے گھر تشریف لائیں تو میرے لئے فخر کا باعث ہوگا اور میرے اہل خانہ بھی آپ کی ارادت کا شرف حاصل کر سکیں گے۔ میں اس کی یہ بات سن کر اس کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ جب اس کے گھر میں پہنچا تو اس کی نیت میں فتور آ گیا اور میرے دونوں ہاتھ باندھ کر اخوند صاحب سوات کے پاس روانہ کر دیا۔ تیسرے دن نماز ظہر کے وقت ہم اخوند صاحب کی عدالت میں

پہنچ گئے۔ جوں ہی ہم عدالت میں پہنچے اخوند صاحب نے حکم دیا۔ کہ ان کے ہاتھ کھول دیئے جائیں۔ ان کے مریدوں نے تعمیل حکم کی۔ اور مجھے اخوند صاحب کے سامنے بٹھا دیا گیا۔ تمام عالم اور عام لوگ جمع ہو گئے۔ تو اخوند صاحب سوات نے مجھ سے پوچھا "اپنے پیر کے پاس لکڑیاں لے گئے ہو؟" میں نے جواب دیا۔ یہ لکڑیاں میرے پیر کو پسند نہیں تھیں۔ اس لئے ان کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔

پھر پوچھا "نسوار حلال ہے یا حرام؟"

میں نے جواب دیا۔ حلال ہے۔

فرمایا۔ کس کتاب میں لکھا ہے۔

میں نے کہا۔ میں یہاں دست بستہ لایا گیا ہوں۔ کتابیں میرے پاس موجود نہیں۔ اخوند صاحب۔ "وہ کتابوں کے نام بتایئے۔ میرے پاس ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں" میں نے ستر کتابیں حوالہ کیلئے پیش کرنے کو کہا۔ یہ تمام کتابیں اخوند صاحب کے حجرے میں موجود تھیں اور میرے سامنے لا کر رکھدی گئیں۔ چونکہ میرا قد چھوٹا تھا اور بیٹھ کر پڑھنے سے میری آواز لوگوں تک نہ پہنچنے کا احتمال تھا اس لئے میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا۔ "علماء کرام! یہ فلاں کتاب ہے۔ اس کا مصنف فلاں ہے اور حنفی المذہب ہے اگر تمہیں اس کتاب سے اتفاق ہو تو اس میں سے نسوار کے حلال ہونے کا مسئلہ بیان کروں۔ تمام علماء نے اقرار کیا کہ واقعی یہ کتاب مستند ہے۔ اس کے بعد میں نے بسم اللہ پڑھ کر کتاب کو غلاف سے باہر نکالا اور بغیر کسی تلاش اور کوشش کے کتاب کھولتے ہی نسوار کے حلال ہونے کا بیان نکل آیا۔ میں نے وہ عبارت بلند آواز سے پڑھی تاکہ تمام لوگ سن لیں اس طرح میں نے وہ تمام کتابیں کھولیں اور ان میں سے

نسوار کے حلال ہونے کے مسائل پڑھے۔ اخوند صاحب نے جب یہ دیکھا کہ بغیر کسی تلاش کے کتاب کے کھلتے ہی مطلوبہ مسئلہ نکل آتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اے علما! اس شخص کی شیطان مدد کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ میری مدد فرشتے کر رہے ہیں جو ہر بات کو میرے سامنے ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد پوچھا کہ بھنگ کا عرق پاک ہے یا ناپاک؟ میں نے جواب دیا پاک ہے پھر پوچھا "سماع حلال ہے یا حرام؟

میں نے کہا" یہاں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا جس کے لئے سماع حلال ہو البتہ دنیا کے دوسرے حصوں میں اللہ کے دوست ایسے موجود ہیں جن کے لئے سماع حلال ہے۔

میرا یہ جواب سن کر اخوند صاحب غصہ میں آ گئے اور فرمایا:۔

"اے لوگو! تم میں کوئی ایسا شخص مسلمان ہے جو اس شخص کو قتل کر دے"؟ جب لوگوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو پھر فرمایا:" اے لوگو! تم میں کوئی ایسا کافر موجود ہے جو اس شخص کو ٹھیک کر دے"۔

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ واقعہ بیان کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو میں نے عرض کیا۔ غریب نواز! جس وقت اخوند صاحب نے آپ کے قتل کا حکم دیا تھا تو آپ کو کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تھا؟" فرمایا! اس وقت میرے شیخ (خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہ العزیز) میرے بالمقابل تبسم کناں تشریف فرما تھے۔ بھلا مجھے کیا خوف محسوس ہو سکتا تھا؟"

آخر کار اس ہجوم میں سے ایک شخص نکلا اور اس نے کہا کہ میں اس شخص کو قتل کروں گا۔ جب اس شخص نے مجھے پکڑ لیا تو اخوند صاحب نے کہا

اے فقیر! اب اپنے پیر سے مدد مانگ کہ تجھے قتل ہونے سے بچائے۔ میں نے جواب دیا۔ میرا پیر میرے پاس موجود ہے تو مجھے قتل نہ کر سکے گا۔"

الغرض وہ شخص مجھے اپنے ہمراہ ایک حجرہ میں لایا۔ یہاں میں نے دیکھا کہ تمام حجرہ کتابوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس شخص نے میری قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایئے میں آپ کو اس مجمع سے قتل کرنے کے لئے لے کر نہیں آیا ہوں بلکہ اس لئے لایا ہوں کہ کہیں کوئی منافق شخص آپ کو شہید نہ کر دے۔ اس کے بعد وہ اٹھا اور اپنے تمام گھر والوں کو بیعت کے لئے لایا اور ملتمس ہوا کہ انہیں چشتیہ سلسلہ میں داخل کیا جائے۔ اس کے بعد میں نے اسے اور اس کے اہل خانہ کو داخل بیعت کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد اس شخص نے زنانہ لباس مجھے پہنا دیا اور میرے ہمراہ دو تین میل تک آیا۔ جب کسی قسم کا خطرہ نہ رہا تو اس شخص سے میں علیحدہ ہو گیا اور اکیلا ہی آگے چل پڑا۔

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا است
ما امینیم ایں متاع مصطفےٰ است

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہو کر مراجعت فرما کے وطن ہوئے۔ اثنائے سفر میں مروت (ضلع بنوں) میں پہنچے تو پہلا دن میرے غریب خانہ پر گذرا۔ دوسرے دن جنگ خیل کے موضع میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت کے ایک مرید بہادل خان کے ہاں رات گذری دوسرے دن نماز عصر کے بعد حضرت مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ طالبانِ دیدار حاضر خدمت

تھے اس وقت میں نے عرض کیا۔ اگر حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہ العزیز کے کچھ مناقب ارشاد فرمائیں۔ تو یہ آپ کی کرم گستری ہوگی۔ حضرت نے فرمایا میں اپنے پیرؒ کے وہ واقعات بیان کروں گا جو میرے چشم دید ہیں۔ سنی سنائی باتیں بیان نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔

(۱) میں ایک دن بنگلہ شریف میں (جو حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیامگاہ تھی) حاضر تھا۔ دوسرا کوئی خادم موجود نہیں تھا۔ بنگلہ شریف میں جانے کیلئے صرف ایک ہی کھڑکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس کھڑکی کے پاس سے گذر رہا تھا اور ایک شعر نہایت دلکش ترنم سے پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز حضرت قدس سرہ العزیز کے سمع مبارک تک بھی پہنچ گئی۔ اور یک لخت عشق کی آگ نے ان کے جسم کو پکڑ لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت کا جسم مبارک جل رہا ہے۔ میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور چیختا چلاتا بنگلہ شریف کے باہر آیا اور بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا۔ کہ اے لوگو! دوڑو۔ میرے مرشد جل گئے ہیں۔ لوگ میری آواز سن کر حجرہ اور مسجد سے دوڑتے ہوئے آئے۔ حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب سب سے پہلے پہنچے اور پوچھا! "اے فقیر! تو کیوں چیخ رہا ہے"۔ میں نے کہا بنگلہ شریف میں میرے مرشد کے جسم کو آگ لگ گئی ہے حضرت صاحبزادہ صاحب نے کھڑکی سے سر اندر کیا تو آواز آئی کون ہے صاحبزادہ نے جب یہ آواز سنی تو واپس ہوئے اور ان لوگوں کو تسلی دی۔ جو وہاں میرا شور سن کر جمع ہو گئے تھے۔

یہ واقعہ بیان کر کے حضرتؒ نے افسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ میری بے نصیبی تھی کہ میں نے اپنے پیر کے راز کو فاش کر دیا۔ اگر میں یہ راز فاش نہ کرتا تو ممکن ہے کہ میرے مرشد مجھ پر رحم فرماتے اور عشق کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرماتے۔

Scanned by CamScanner

(۲) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ارشاد فرمایا۔ میں ایک مرتبہ طویل سفر پر نکلا۔ ایک جنگل میں پہنچا تو راہ گم کر بیٹھا۔ حیران و پریشان اس جنگل میں بھٹکتا رہا آخر ایک مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ تین اشخاص زمین میں کاشت کر رہے تھے۔ میں نے ان سے راستہ پوچھا۔ انہوں نے کہا اے درویش! اسی جگہ ٹھہر جا۔ جو کوئی شخص ادھر آیا تجھے اس کے ہمراہ شہر کی طرف بھیجدیں گے۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک کنواری لڑکی ان اشخاص کے لئے کھانا لائی۔ انہوں نے کھانے میں مجھے بھی شریک کیا۔ جب فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا اس عورت کے ساتھ چلے جاؤ یہ تمہیں شہر پہنچا دے گی۔ میں اس عورت کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب مذکورہ تینوں اشخاص کی نظروں سے ہم دور ہو گئے تو اس عورت نے کہا کہ میرے ساتھ زنا کرو ورنہ تمہیں بدنام کردوں گی۔ اور پھر میرے بھائی تجھے قتل کر دیں گے۔ میں نے اس عورت کی منت سماجت کی کہ وہ اس خیال کو دل سے نکالے۔ مگر وہ نہ مانی، آخر کار میں نے اپنے شیخ کو یاد کیا اور کہا "یا شیخ! اگر آج میری مدد کو آپ نہ پہنچے تو میرا کام خراب ہو جائیگا" اس کے بعد اچانک دیکھا کہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز ایک درخت کے نیچے سے اٹھے اور میرے آگے آگے روانہ ہو گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ مجھ پر اپنے پیر کی عظمت کا اتنا اثر تھا اور میں اتنا شرمندہ ہوا کہ اپنی آنکھیں اونچی نہیں کر سکتا تھا۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ پیچھے مڑ کر اس عورت کو تو دیکھوں۔ دیکھا تو وہ اسی جگہ مجسمہ حیرت بنی کھڑی تھی۔ جب میں نے اس عورت کی طرف سے توجہ ہٹا کر آگے دیکھا تو میرے شیخ میری نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ چند روز اس سفر میں گذرے اس کے بعد اپنے شیخ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ شیخ رحمہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جو مرید اپنے شیخ پر اعتقاد رکھتا ہے اسے اگر کوئی مشکل پیش آئے اور وہ اپنے شیخ سے مدد کا طالب ہو تو شیخ خود بخود اس کے پاس پہنچتا ہے۔ میرے شیخ نے جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے ان کی دست بوسی اور قدم بوسی کی۔ اس ارشاد سے میرے دل کو تسلی نصیب ہوئی اور میں نے شکر ادا کیا کہ میں بھی ایک عظیم المرتبت شیخ کا ارادت مند ہوں۔

(۳۱) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ارشاد فرمایا۔ کہ اپنے شیخ کے وصال کے بعد میرا معمول ہے کہ ان کے عرس شریف کے ایام میں بقدر توفیق خیرات کرتا ہوں۔ سفر ہو یا حضر میرے اس معمول میں فرق نہیں آتا۔ میں ایک مرتبہ کشمیر گیا ہوا تھا اور عرس شریف کے ایام وہیں آگئے۔ اپنی توفیق کے مطابق میں نے تیرہ بیل ذبح کئے اور روٹی کے ساتھ مساکین اور فقرا کو کھلا دیئے کسی شخص نے اس واقعہ کا ذکر کشمیر کے راجہ سے کر دیا۔ راجہ کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ حکومت کے سپاہی آئے اور مجھے میرے چار ساتھیوں سمیت راجہ کے دربار میں لے گئے۔ راجہ نے کہا اس فقیر کو میرے پاس بٹھا دیا جائے۔ راجہ کے دربار میں مسلمان اور سکھ خاصی تعداد میں موجود تھے۔ راجہ نے پوچھا۔

"اے فقیر! تجھے میرے حکم کا علم نہیں تھا جو تو نے اتنے بیل ذبح کر دیئے"

میں نے جواب دیا۔" یہ ایام میرے پیر کے عرس کے ہیں اور اتفاق سے اس سال کشمیر میں آ گئے ہیں۔ میرا معمول ہے کہ ان ایام میں میں جہاں کہیں بھی ہوں، خیرات کرتا ہوں۔ بیلوں کا ذبیحہ بھی اسی خیرات کے سلسلہ میں ہے۔ راجہ نے غصہ میں اپنی تلوار پر ہاتھ ڈالا اور کہا اگر میں تیرا سر اس تلوار سے اڑا دوں تو

تجھے اپنے پیر سے کیا مدد مل سکتی ہے۔؟

میں نے جواب دیا "تیری تلوار نیام سے باہر بھی نہ آئے گی کہ میرا پیر میرے پاس پہنچ جائے گا اور مجھے قتل ہونے سے بچالے گا اور اسی تلوار سے تیرا سر اڑا دے گا۔"

میرا جواب سن کر اس نے تلوار سے ہاتھ اٹھا لیا اور کہا۔

"کل تجھے تختۂ دار پر لٹکاؤں گا۔"

میں نے پھر جواب دیا۔" کل میں اللہ کے فضل سے اور اپنے پیر کی مدد سے یہاں سے ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں تیری دسترس نہ ہوگی۔"

آخر کار راجہ کے حکم سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو ایک مقام پر بند کر دیا گیا اور سخت پہرا بٹھا دیا گیا۔ ہمیں کھانا بھی نہیں دیا گیا۔ رات کے پچھلے پہر میں نے اٹھ کر تیمم کیا اور تہجد کی تیاری کی۔ اسی حال میں اپنے شیخ کو یاد کیا اور کہا۔

"اے مرشد! رات ختم ہونے کو ہے اور کل راجہ اپنے حکم کے مطابق مجھے تختۂ دار پر لٹکائے گا۔ تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ ناگاہ کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ میرے پیر نے میری دستگیری کی ہے اور یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ میں نے اپنے ہمراہیوں کو بیدار کیا اور ہم روانہ ہو گئے۔ پہرہ داروں کو ہمارے جانے کی قطعاً خبر نہ ہوئی۔ صبح تک ہم ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں راجہ کی دسترس نہ ہو سکتی تھی۔ اس جگہ سے میں نے ایک خط لکھ کر کشمیر کے راجہ کی طرف بھیجا جس میں یہ لکھا تھا۔ میرا پیر میری مدد کو پہنچا اور اس نے مجھے تیرے تختۂ دار سے اس طرح رہائی دلائی کہ تیرے مقرر کئے ہوئے پہرہ داروں کو بھی میرے جانے کی خبر نہ ہوئی۔

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

ایک دن ایک مجلس میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے ایک خلیفہ سید حسن شاہ ترمذیؒ اور اخوندزادہ محمد گل ہزارویؒ نے حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مناظرہ کی عادت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

اول الذکر نے کہا کہ میرے پیر کی یہ عادت ہے کہ مخالفین سے قطعاً بحث نہیں کرتے مگر خواجہ محمد فاضل شاہ صاحبؒ ہنود کے علماء سے اکثر بحثیں کرتے ہیں۔ ان کا یہ طریق ہمارے پیر کے طریق سے مختلف ہے۔ اخوندزادہ محمد گل نے فرمایا کہ حضرت محمد فاضل شاہ صاحب پٹھان قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور جو شخص ان کے پیر دین کے خلاف کوئی غلط بات کہتا ہے تو انہیں غصہ آجاتا ہے اور وہ مخالفین کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے بحث کرتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں آپ کو ذرا بھی غیرت نہیں آتی اور یہ چیز باعث شرم ہے۔ سید حسن ترمذیؒ نے جواب دیا کہ میں حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا قائل ہوں اور اتنا قائل ہوں کہ تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ سید حسن ترمذیؒ نے مزید یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن میں اور حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب اپنے مرشد خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھے۔ دوسرے علماء اور خوانین بھی موجود تھے۔ اچانک محمد فاضل شاہ صاحب اٹھے اور دربار سلیمانیہ کے ایک گوشہ میں جاکر اپنے وطن کی طرف منہ کیا اور دو زانوں کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوگئے۔ جب میں نے ان کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ زرد ہو چکا تھا۔ میں نے اس وقت میرے مرشد

(خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحؒ) نے اپنا سر مراقبہ سے اٹھایا اور خواجہ محمد فاضل شاہ صاحبؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے شاہ! ادھر آ اور میرے قریب بیٹھ! حضرت محمد فاضل شاہ صاحب نے تعمیل ارشاد کی۔ خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے ان کے شانہ پر سے کرتہ ہٹایا۔ دیکھا گیا کہ ان کے دونوں شانوں کے درمیان شیر کے پنجہ کا نشان پڑا ہوا ہے۔ حضرت شیخؒ نے اپنی ہتھیلی سے اس نشان پر اس طرح مالش فرمائی کہ وہ نشان دور ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اٹھ اور جا۔ "پیر بھی دیوانہ ہے اور اس کا مرید بھی دیوانہ ہے"۔ حضرت محمد فاضل شاہ صاحب اٹھ کر حجرے میں تشریف لے گئے۔ ہم تمام لوگ اس واقعہ سے حیران تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب کے ایک مرید تونسہ شریف پہنچے۔ اور ان کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس مرید نے بیان کیا کہ میں فلاں دن اور فلاں مہینے جنگل میں شکار کھیلنے کیلئے گیا ہوا تھا۔ اچانک ایک شیر میرے سامنے آیا اور اس طرح حملہ آور ہوا کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اسی وقت میں نے اپنے پیر کو مدد کیلئے پکارا۔ اس پکار کے ساتھ ہی میں نے حضرت کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ بپھرے ہوئے شیر کا پنجہ میرے حضرت کے شانوں پر پڑا۔ جب میں نے اپنے پیر کو دیکھا تو میری ہمت بندھ گئی۔ اور شیر کا سر میں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اڑا دیا۔ شیر کا صفایا کر کے جب میں لوٹا تو میں نے اپنے پیر کو وہاں نہ پایا۔ اس وقت میرے حضرت کی محبت نے میرے دل پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور ان سے ملاقات کرنے کیلئے دل میں ایسی تڑپ پیدا ہوئی۔ جس نے میرا آرام اور سکون ختم کر دیا۔ آخر میں روانہ ہوا اور آج تونسہ شریف میں ان کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

جب سید حسن شاہ ترمذیؒ یہ واقعہ بیان کر چکے تو محمد گل اخوندزادہ اٹھے اور ان سے بغلگیر ہو گئے۔

شاہ نواز خان جو مروت کے رہنے والے تھے اور پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور میرے تین دوسرے ساتھیوں کو انگریزوں نے گرفتار کر لیا۔ اور ایک سخت قید خانہ میں ڈال دیا۔ ایک رات میں نے حضرت محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ اسی رات حضرت میری خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے "اٹھو اور چلو تمہیں کس نے گرفتار کیا ہے"! جب میں بیدار ہوا تو ساتھیوں سے یہ خواب بیان کیا۔ اور انہیں تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے امداد کی درخواست کی ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ ہم قید سے رہا ہو جائیں گے۔ جب دن چڑھا تو ایک انگریز نے ہمیں طلب کیا اور حکم دیا کہ یہ چار اشخاص جو بے گناہ پکڑے گئے ہیں رہا کر دیئے جائیں۔ ہم فوراً رہا کر دیئے گئے اور خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

آؤ مل کر فیصلہ کر لیں مقدم کون ہے
رونق میخانہ تم ہو حاصل میخانہ ہم (دانش)

نافع السالکین کے مصنف نے ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ "غریب نواز! اخوند صاحب سوات کی آپ سے مخالفت کا کیا سبب ہے"؟ فرمایا۔ "اخوند صاحب سوات نیک انسان ہیں لیکن ظاہری علم کم رکھتے ہیں اور فیصلہ سے پہلے کماحقہ تحقیق نہیں کرتے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں فوت ہو جاؤں گا اور اس کے اور میرے مابین کوئی فیصلہ نہ ہو گا۔ میں اگر سوات جاؤں تو وہاں ایسے دوست نہیں جو میرے لئے امن کا باعث بنیں۔ اور اخوند صاحب اس علاقہ کی طرف نہیں آتے تاکہ تحقیق کے بعد حق حقدار کو پہنچ جائے۔ اگر وہ حق پر ہوں تو میں ان کی پیروی

کروں گا۔ اور اگر میں حق پر ہوں گا تو اسے میری پیروی کرنا ہو گی۔ اگر اخوند صاحب کو میرے ساتھ کوئی حسد یا کینہ ہے تو میں اس کے متعلق کوئی حسد یا کینہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کیونکہ کسی مسلمان کے متعلق دل میں حسد رکھنا برا فعل ہے۔

اے تشنۂ بہ وادیٔ عصیاں مبر امید
کامواج بحر رحمتِ اللہ می رسد

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ میں نے ایک عرض کیا "حضرت! جان کنی کا وقت سخت ہوتا ہے اس وقت میرے حال پر کرم کی نظر کی جائے تاکہ میرا خاتمہ بخیر ہو۔ فرمایا۔ ذاتِ ذوالجلال کی قسم! میں نے جو اپنے مرشد کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور یہ تمام اوراد و وظائف، اور مراقبہ جو کر رہا ہوں محض اسی وقت کے لئے کر رہا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ میرا حال جان کنی کے وقت کیا ہو گا؟ مجھے اپنی عبادت اور ریاضت پر کوئی بھروسہ نہیں صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل کا امیدوار ہوں تو بھی اسی غفور رحیم کے رحم کا امیدوار رہ۔ حدیث قدسی ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جاتی ہے)

ایک مرتبہ اور میں نے عرض کیا "حضرت! مرنے کے وقت مجھ پر رحمت کی نظر فرمایئے" ارشاد فرمایا "میرا ایک دوست ایک انگریز کا نوکر تھا وہ اتنا سخت بیمار ہوا کہ اس کی زندگی کے لالے پڑ گئے۔ شیطان لعین نے سمجھا کہ اس پر نزع کا وقت ہے چنانچہ وہ اس کے سرہانے آ موجود ہوا۔ اس کے آتے ہی میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اور وہ لکڑی جو میرے ہاتھ میں تھی میں نے پے در پے شیطان کے سر پر ماری۔ حتیٰ کہ وہ لکڑی ٹوٹ گئی اور شیطان بھاگ گیا۔ اس کے بعد اس بیمار کو اللہ تعالیٰ نے

شفاعت فرمائی اور اس نے انگریز کی نوکری سے توبہ کی اور رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگیا ـــــ نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بیان فرمایا اس وقت آپ حال کی منزل میں تھے۔ ورنہ وہ کبھی بھی ایسی باتیں بیان نہیں فرماتے تھے جن کا تعلق باطن کے راز سے ہوتا تھا آپ دن رات مکاشفہ اور مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔

بنگر چہ گونہ رزق تو دل خواہ می رسد

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک سفر کے دوران موضع باڑہ عبدالخلیل میں قیام پذیر ہوئے اس سفر میں مجھے بھی حضرت کی معیت کا شرف حاصل تھا۔ اور میرے علاوہ بیس افراد اور بھی ساتھ تھے۔ چاشت کے وقت حضرت رحمۃ نے ایک دنبہ خریدا اور اسے ذبح فرماکر پکوایا۔ اور چار سیر آٹا لانگری کو دے کر فرمایا کہ جلدی جلدی اس آٹے کی روٹیاں پکانے۔ تاکہ کھانا کھاکر قیلولہ کی سنت بھی ادا کی جائے۔ اور پھر سفر جاری رکھا جائے۔ ہم سب حیران تھے کہ حضرت رحۃ نے جو مقدار آٹے کی لانگری کو دی ہے۔ وہ بہ مشکل پانچ یا چھ بھوکے اشخاص کیلئے کفالت کریگی اور ہم تمام سخت بھوکے ہیں۔

لانگری نے روٹیاں پکاکر گوشت کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں پیش کیں حضرت رحۃ نے اس کھانے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ پانچ پانچ اشخاص علیحدہ علیحدہ بیٹھ جائیں اور کھانا کھائیں۔ ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ پانچ اشخاص کی ہر ٹولی کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ سب نے سیر ہوکر کھایا روٹی اور گوشت اتنا بچ گیا کہ مزید نو دس مساکین کو بھی جو اتفاقاً وہاں موجود تھے۔ کھانا دیا گیا اور انہوں نے سیر ہوکر کھایا۔

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

ملک گوہر خان نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد نے ستایا اور میں قدمبوسی کیلئے روانہ ہوا۔ میری بیوی نے کہا کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال بیان کر چکو تو میری ایک حاجت بھی ان تک پہنچا دو۔ میں نے کہا تیری کیا حاجت ہے؟ جواب دیا کہ حضرت دعا کریں کہ میری بھیڑوں کا دودھ بڑھ جائے۔ میں نے کہا یہ ایک فضول حاجت ہے جب کچھ ایام کے بعد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پابوس ہوا تو حضرت نے فرمایا:-

"گوہر خان! عورتوں کو دودھ اور گھی سے بہت محبت ہوتی ہے تو نے اپنی عورت کو سوال کرنے سے کیوں منع کیا؟ اب تو اپنی بیوی کو میرا سلام کہہ اور اسے میری طرف سے تسلی دے میں ہمیشہ اس کے لئے دعا کروں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے دودھ اور گھی زیادہ عطا فرمائے۔

پیدا ایم و پنہانم چوں معنیٰ ہر لفظے
موجودم و معدومم کیف ام بہ شراب اندر

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت نور محمد صاحب رح روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت رح کے ساتھ کشمیر گیا۔ جب ہم کشمیر پہنچے تو کسی منافق نے راجہ کو خبر دی کہ یہ فقیر راجہ شیر محمد کا استاد ہے۔ کشمیر کا راجہ سکھ تھا۔ حکم دیا کہ اس فقیر کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ سپاہی فوراً آئے اور ہمیں راجہ کے دربار میں لے گئے۔ حضرت کو راجہ کے روبرو بٹھا دیا گیا۔

راجہ نے پوچھا۔ اے فقیر! اس ملک میں تو کس کام کیلئے آیا ہے؟
آپ نے فرمایا: میں فلاں بزرگ کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہوں۔
راجہ نے کہا۔ جاؤ! زیارت کر لو۔ اس کے بعد میں تجھے اور تیرے ساتھیوں کو زنداں میں ڈال دوں گا۔

ہم وہاں سے نکلے اور اس بزرگ کی زیارت کے لئے گئے۔ ہمارے گرد گرد سپاہیوں کا زبردست پہرہ لگا دیا گیا۔ ہم وہاں چند روز رہے۔ ایک روز مجھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"نور محمد! آج شب بارات کے لئے اور کل دن کے لئے اکٹھا کھانا پکا لینا"
میں نے عرض کیا: "غریب نواز! یہ کس لئے؟
فرمایا "آج نصف شب کے وقت ہم یہاں سے کوچ کریں گے"۔
میں نے تعمیل ارشاد کی۔ نصف شب کے وقت حضرت نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے دوسرے ساتھیوں کو بیدار کر دوں۔ جب سب بیدار ہو گئے تو ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ پہرہ دار سپاہیوں کو ہمارے جانے کی کوئی خبر نہ ہوئی اور ہم بخیر و خوبی ان کی دسترس سے نکل گئے۔

صاحبان حال را غیض و کرم در فطرت است
ایں نصیب دشمناں است آں نصیب دوستاں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہی خلیفہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک دن چاشت کے وقت ہم باندہ پہنچے۔ باندہ میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ملی۔ حضرت نے فرمایا۔ نور محمد! تیرے پاس جو آٹا ہے اس کی روٹیاں اسی باندہ میں پکوا لے۔ میں نے حضرت کے حکم کے مطابق

اس عورت سے کہا کہ مجھ سے آٹا لے اور مجھے روٹیاں پکا دے۔ عورت نے کہا "ہر شخص اپنے آپ کو فقیر کہتا ہے"۔ پھر حضرت کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ اگر تو فقیر ہے تو ایسی بد دعا دے کہ میری تمام بھینس مر جائیں۔

حضرت نے فرمایا۔ "اے عورت! فقیروں سے بد دعا کی درخواست نہ کر۔ کیونکہ ایسا وقت بھی آتا ہے۔ فقیروں کی دعا اور بد دعا رد نہیں کی جاتی۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر میں بد دعا کروں اور تیرے مال مویشی ہلاک ہو جائیں تو پھر تو پشیمان ہو جائے گی۔" عورت نے جواب دیا "میں پشیمان نہ ہوں گی"

اس گفتگو کے بعد ہم آگے روانہ ہو گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی الیٰ تھی کہ اسی دن سخت آندھی آئی اور ایک درخت جس کے نیچے اس عورت کے مال مویشی جمع تھے گر گیا اور تمام مویشی سوائے ایک بھینس کے بچہ کے ہلاک ہو گئے۔ جب اس عورت کا خاوند اس واقعہ سے باخبر ہوا کہ اس کی بیوی نے ہی ایک فقیر سے بد دعا کی درخواست کی تھی۔ تو وہ روتا پیٹتا حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اور عرض کیا۔

"غریب نواز! میری بیوی بے عقل تھی جو اس نے آپ جیسے بزرگ سے بد دعا کی درخواست کی۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ میرے تمام مویشی ایک درخت کے گرنے سے ہلاک ہو گئے ہیں اور صرف بھینس کا ایک بچہ زندہ بچا ہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا "میں نے کوئی بد دعا نہیں دی یہ صرف اللہ تعالیٰ نے تیری بیوی کی مرضی کے مطابق اس کے مال مویشی پر بلا نازل فرمائی ہے میں اللہ جل شانہ کی درگاہ میں درخواست کروں گا کہ اس بھینس کے بچہ سے جو زندہ بچ گیا ہے تیرے مویشی بڑھیں۔"

اس کے بعد دیکھا گیا کہ چند سالوں کے اندر اندر اس ایک بھینس کے بچے سے اس کے مویشی بڑھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اس شخص کے گھر تشریف لیجاتے وہ شخص مع اپنے اہل و عیال کے حضرت کا مرید ہو گیا اور تمام گھرانہ علی الاعلان مسافروں کی خدمت کرتا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نور محمدؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرتؒ کے ساتھ کشمیر گئے۔ ایک دن مجھ سے فرمایا: "میں نے آج شب خواب میں دیکھا ہے کہ ملک مظفر خان بہت تکلیف میں ہے اور وہ دریا میں بہا جا رہا ہے میں نے اسے ہاتھ دیا اور دریا سے باہر نکال لیا۔ نور محمد! تو فوراً تیار ہو اور راجہ صاحب شیر احمد کے پاس جا کر انہیں میرا سلام کہہ۔ اور یہ بھی کہہ کہ وہ تمام علماؒ کو تیرے ساتھ روانہ کریں کہ ہم یہاں ختم درود شریف کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ درود شریف کی برکت سے ملک مظفر خان کو آفات سماوی سے محفوظ فرمائے۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ راجہ صاحب شیر احمد نے بلا توقف علما کو جمع کیا اور میرے ساتھ روانہ کر دیا۔ علما جب حضرت کی قدمبوسی سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آٹھ لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔ جب ختم پڑھا جا چکا تو آپ نے ہر عالم کو خلعت سے سرفراز فرما کر رخصت فرمایا۔ اس کے بعد خود بھی وہاں سے روانہ ہوئے جب کالا باغ کے قریب پہنچے تو ملک مظفر خان استقبال کیلئے آیا۔ قدمبوسی کے بعد عرض کیا کہ غریب نواز! میں اور فتح خان ٹوانہ دونوں سکھوں کی قید میں تھے۔ ایک دن سکھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دوسرے دن ہم دونوں کو قتل کر دیں گے۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریا کی موجوں میں گھرا ہوا ہوں اور پانی میں بہا جا رہا ہوں ادھر ادھر بہتیرا

ہاتھ پاؤں مارتا رہا مگر بچنے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ آخر لاچار ہو کر اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ اچانک ایک ہاتھ (جو آپ کا ہی تھا) آیا اور اسے پکڑ کر میں دریا سے باہر آ گیا۔

دوسرے دن سکھ ہمیں قتل کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ پہلے فتح خان ٹوانہ کو قتل کیا جب میری باری آئی تو ان میں سے ہی ایک سکھ تلوار نیام سے باہر نکال کر میرے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور دوسرے سکھوں سے کہا کہ میں اس شخص کو قتل ہونے نہ دوں گا۔ سکھوں نے میرے اس محافظ کو بہت سمجھایا مگر ناکام ہوئے آخرکار وہ میرے قتل کے ارادہ سے باز ہی نہیں آئے بلکہ انہوں نے مجھ کو رہا بھی کر دیا۔ اگرچہ میری رہائی کا ظاہری سبب وہ سکھ ہے مگر درحقیقت رہائی کا سبب آپ کا وہ ہاتھ تھا جس نے مجھے خواب میں سیلِ آب سے نکالا تھا۔

حضرتؒ کے خلیفہ نور محمد روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کشمیر تشریف لے گئے میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ہم ایک قصبہ کے پاس پہنچے۔ ارشاد فرمایا۔ اس قصبہ میں اپنا آٹا لے جاؤ اور روٹیاں پکوا لاؤ۔ اس قصبہ کے لوگ مسافر نواز نہیں تھے۔ ہم قصبہ کے جس شخص سے روٹیاں پکا کر دینے کیلئے کہا اس نے انکار کیا۔ واپس آ کر تمام ماجرا حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا اتفاقاً اسی وقت ایک شخص قصبہ سے باہر آیا اور ہمارے قریب سے ہو کر گذرا حضرتؒ نے خود اس شخص سے کہا کہ ہم مسافر ہیں اور یہ آٹا ہم سے لیکر ہمیں روٹیاں پکا دو۔ اس نے اپنے قصبہ والوں کی روایت کو برقرار رکھا۔ اور صاف انکار کر دیا۔ حضرتؒ پر جلالی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور فرمایا۔ نور محمد! سیاہ مرچ کے کچھ دانے لا دو" میں نے حاضرِ خدمت کئے۔ آپ نے وہ دانے

اپنے منہ میں رکھے ہی تھے۔ کہ اس شخص کے گھر کو اچانک آگ لگ گئی۔ اور اس آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ تمام قصبہ کے لوگ آگ بجھانے کیلئے دوڑے مگر جس قدر پانی اور مٹی اس آگ پر ڈالتے تھے آگ زیادہ بھڑکتی تھی آخر مذکورہ شخص نادم ہوا اور آکر حضرت کے قدموں پر گر گیا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت نے فرمایا اس بستی والے تمام منافق ہیں۔ اور مسافروں کو ان کے اپنے دیئے ہوئے آٹے سے بھی روٹی پکا کر نہیں دیتے۔ ان کی مسافروں سے بدسلوکی کی وجہ سے اس تمام بستی کو آگ لگ گئی۔ آخر کار تمام بستی کے لوگ حاضر خدمت ہوئے۔ اور اپنے کئے پر پشیمانی کا اظہار کیا۔ لوگوں کی آہ وزاری دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رحم آیا اور کھڑے ہو کر باآواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اللہ کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اس کے بعد اس قصبہ کے تمام لوگ حضرت کے مرید ہو گئے۔ اور اس وقت سے آج تک مسافروں کی خدمت دل و جان سے کرتے ہیں۔

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ واقعہ حضرت کی جلالی کیفیت کا مظہر ہے مگر اس واقعہ کے بعد اس بستی والوں کے اخلاق کی اصلاح ہو گئی ایک تو مسافروں کو آرام ملنے لگا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت فرمائی اور تمام بستی کے لوگوں نے نیک اعمال اختیار کئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نور محمد صاحب روایت کرتے ہیں۔ کہ رجوعیہ میں حضرت کا ایک مرید آزاد خان تھا۔ جب کبھی وہ قدمبوسی کیلئے حاضر ہوتا عرض کرتا کہ میرے لئے دعا فرمایئے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے حضرت ہر بار یہی جواب دیتے کہ مجھے تیری زندگی چاہیے۔ آخر کار ایک مرتبہ

جب آزاد خان نے یہی سوال کیا تو حضرت نے فرمایا۔ تونسہ شریف چلنے کی تیاری کرو وہیں اپنے مرشد کی خدمت میں تیری اولاد کیلئے عرض کریں گے۔ اس سفر میں خلیفہ نور محمد صاحب بھی جو اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت کے ساتھ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم تینوں اشخاص حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کے روضہ مطہرہ میں داخل ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد خان کی طرف دیکھ کر فرمایا " آزاد خان مجھے تیری زندگی درکار ہے "۔ آزاد خان نے جواب دیا حضرت میرے سوال پر توجہ فرمایئے۔ اس کے بعد حضرت نے طویل دعا فرمائی۔ جب قبہ مبارک سے باہر آئے تو حضرت نے فرمایا " آزاد خان! امید محکم ہے۔ کہ اللہ جل شانہ تجھے نیک بچہ عطا فرائے گا۔ قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ تھوڑی مدت کے بعد آزاد خان کی بیوی حاملہ ہوگئی۔ بچہ کی ولادت کو ابھی ایک دن باقی تھا کہ آزاد خان بیمار پڑ گیا۔ اور دوسرے دن ابھی بچہ شکم مادر سے پورا باہر نہیں آیا تھا۔ کہ آزاد خان فوت ہوگیا۔ اب ہم سب لوگ سمجھ گئے کہ حضرت کیوں آزاد خان کو اولاد کا سوال سن کر یہ فرماتے تھے کہ " مجھے تیری زندگی درکار ہے "۔

آزاد خان کا لڑکا جب سات سال کا ہوا تو وہ بھی سخت بیمار پڑ گیا۔ اس کی ماں روتی پیٹتی حضرت کی خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا۔ آزاد خان تو فوت ہو چکا ہے۔ اب اس کا بچہ بھی نزع کے عالم میں ہے خدا کیلئے میرے حال پر توجہ فرمایئے ورنہ وہ بچہ مر جائیگا۔ اور دنیا میرے لئے تاریک ہو جائے گی "۔

حضرت نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ جب ہم اس عورت کے گھر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ بچہ نزع کے عالم میں ہے اور موت کی سختی کی وجہ سے اس کا بدن ٹوٹ رہا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام لوگوں کو باہر نکال دیا اور دروازہ بند کر کے خود تنہا اس بچہ کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ جب دن کا ایک چوتھائی حصہ

گذر گیا تو آپ نے آواز دی کہ دروازہ کھول دیا جائے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کی خوفزدہ ماں سے فرمایا: "ایک بھینس (نر) ذبح کر کیونکہ میں نے تیرے بچے کی زندگی کیلئے نذر مانی ہے۔" جب ہم نے بچہ کو دیکھا تو وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو کر میٹھا ہوا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اخوندزادہ مسکین بنگی خیل نے روایت کی ہے کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کوہستان کی طرف گیا ہوا تھا۔ سفر کے دوران ہم ایک قصبہ میں پہنچے وہاں ایک عالم ملا میر نامی نے حضرت سے سوال کیا کہ اسمائے الٰہی کی کتنی اقسام ہیں؟ حضرت نے فرمایا "دو۔ ذاتی اور صفاتی۔" پھر سوال کیا "ذاتی اسماء کون سے ہیں اور صفاتی کونسے؟" حضرت نے فوراً ایک کتاب جزدوان میں سے نکال کر اس عالم کو دی اور فرمایا "اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ اس میں تمام اسماء کی تفصیل دی ہوئی ہے۔" وہ بدبخت عالم غصہ میں آگیا اور حضرت سے کتاب لے کر زمین پر پھینک دی۔ حضرت رح نے فوراً کتاب کو اٹھا کر بوسہ دیا اور مسجد سے نکل کر دوسرے قصبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت اس واقعہ سے اس قدر پریشان ہوئے کہ انہوں نے اس دن، رات بھر نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو ایک شخص ملا میر کوہستانی کے قصبہ سے آیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نصف شب کے وقت ملا میر کے دل میں سخت درد پیدا ہوا اور صبح صادق سے پہلے مر گیا۔ درد کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اس کا گوشت اور پوست اس کی ہڈیوں سے جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ لوگوں نے صرف اس کی ہڈیوں کو ہی دفن کیا ہے۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک کتاب تفسیر حسینی ایک عالم کو عاریۃً

دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اس عالم سے وہ کتاب طلب کی تو اس نے جواب دیا۔ کہ کتاب اس سے چرائی گئی ہے۔ حضرت ناموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

ایک دن حضرت رحؒ مسجد کے اندر تشریف فرما تھے۔ اور وظائف میں مشغول تھے کہ ایک مسافر طالب علم مسجد میں آیا۔ جوں ہی طالب علم مسجد میں داخل ہوا حضرت مسجد سے باہر تشریف لائے اور اپنے خلیفہ نور محمد سے فرمایا کہ میری کتاب تفسیر حسینی اس طالب علم کے پاس ہے اس سے کتاب لے لو اسے کھانا وغیرہ دو۔ اور کتاب چرانے کے متعلق اس سے باز پرس نہ کرو۔ خلیفہ مذکور جب مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسافر کے اسباب کو ٹٹولا تو اس میں سے حضرت کی مسروقہ کتاب تفسیر حسینی مل گئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت کی قدمبوسی کیلئے میرہ سے روانہ ہوا دوسرے دن نماز عصر کے وقت اس گاؤں میں پہنچا جہاں حضرت مقیم تھے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب کس محلہ اور کس مسجد میں تشریف فرما ہیں اس نے جواب دیا کہ حضرت آج ہی اس گاؤں سے دوسرے گاؤں تشریف لے گئے ہیں میں اسی وقت اس شخص کے بتائے ہوئے گاؤں کی طرف چل دیا۔ نماز مغرب راستہ میں ادا کی۔ شام کے بعد میں راستہ بھول گیا۔ آخر لاچار ہو کر بیٹھ گیا۔ اچانک اسی جگہ ایک چھوٹا لڑکا ظاہر ہوا۔ اور مجھ سے پوچھا "اے فقیر کہاں جاتے ہو؟" میں نے کہا کہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب کی قدمبوسی کرنے کیلئے جا رہا ہوں مگر راستہ بھول گیا ہوں۔ اس نے کہا "اٹھو! میں تمہیں وہاں پہنچاتا ہوں" عشائ کے وقت ہم اس گاؤں میں پہنچے۔ لڑکے نے اشارے سے کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اور خود واپس ہو گیا۔ میں نے جب حضرت کی قدمبوسی

کی تو ارشاد فرمایا: "خدا کا شکر ہے کہ تم خیر یت سے یہاں پہنچ گئے ہو"۔ اس کے بعد مجھے انتظار رہا کہ شاید وہ لڑکا جس نے میری رہبری کی تھی مسجد میں آئے مگر کامل چوبیس گھنٹے گذر گئے اور وہ لڑکا نہ آیا۔ دوسرے دن میں نے حضرت کے خادم مولوی عبدالرحمٰن سے اپنی گم شدگی اور لڑکے کی رہبری کا واقعہ بیان کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا اسی راہ سے جب ہم آئے تو شام کے قریب حضرت ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: "میرے پیچھے ایک فقیر آرہا ہے وہ راہ گم کر چکا ہے۔ تھوڑی دیر یہاں سستالیں تاکہ وہ بھی پہنچ جائے اور ہم اکٹھے آگے چلیں"۔ میں نے عرض کیا۔ غریب نواز وقت تنگ ہے مہربانی فرما کر سفر جاری رکھیئے۔ حضرت رح روانہ ہو گئے لیکن جب تک آپ نہیں پہنچے حضرت اس وقت تک یہ فرماتے رہے کہ میرے پیچھے ایک فقیر آرہا ہے اور وہ راہ گم کر چکا ہے۔

ہر کس کہ دید روئے تو بوسید چشم من

کارے کہ کرد دیدۂ من بے بصر نہ کرد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ احمد صاحب رح بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت کے لئے تونسہ شریف گیا۔ ایک دن وہاں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز کے خلفاء دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہیں اور دنیا کا ہر حصہ انہیں کے فیض سے آباد ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان خلفاء میں سے کامل تر کون ہے؟ یہ خیال آتے ہی میں اٹھا اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا حضرت مجھے آگاہ فرمایئے کہ آپ کے خلفاء میں سے کون سے خلیفہ افضل اور کامل تر ہیں؟ رات کو

جب میں حجرے میں آ کر سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے روضۂ اطہر سے باہر تشریف لائے اور ایک سنہری تخت پر جلوہ افروز ہوئے اس کے بعد حضرت شمال کی طرف روانہ ہوئے اور مجھے بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا "آؤ میرا کامل ترین خلیفہ اسی طرف ہے۔ میں جلدی جلدی حضرت کے پیچھے روانہ ہوگیا۔ ہم تقریباً ایک میل چلے ہوں گے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب دیکھ کر میں حیران اور متفکر ہوا کیونکہ شمال کی طرف حضرت کے خلفاء بہت سے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ خلیفہ حضرت مولوی سرفراز رحمۃ ڈیرہ اسماعیلخاں والے ہوں۔ مگر میرا تردد کم نہ ہوا اور تمام دن اسی خیال میں گذر گیا۔ اچانک حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف میں تشریف لے آئے جب میں نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور ان کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی تو میرے دل میں ان کے لئے بے پناہ جذبۂ محبت پیدا ہوا۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت کے کامل ترین خلیفہ یہی ہیں کیونکہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی صاحب قدس سرہ العزیز شمال کی طرف پیشوائی کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ اور وہ آپ ہی تھے جو شمال کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔

اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

حضرت خواجہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ حضرت گڑھی افغاناں میں سکونت پذیر تھے جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو خادم سے فرمایا کہ احمد کو فلاں محلہ اور فلاں مسجد میں ٹھہرایا جائے۔ خادم میرے ہمراہ چلے اور مجھے ایک دلکش جگہ

رات بسر کرنے کے لئے دی۔ سوتے وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ رات کو تہجد کی نماز کیلئے اٹھوں گا۔ اس رات مجھ پر نیند کا غلبہ اتنا ہوا کہ تہجد کی نماز مجھ سے قضا ہوگئی۔ فجر کی نماز کے بعد جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا "اے فقیر! بہت نیند نہ کیا کر کیونکہ زیادہ سونے سے غفلت پیدا ہوتی ہے"۔

نافع الراسخین کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ رحہ کی زیارت فرماکر واپس اپنے وطن لوٹے تو اس گاؤں سے گذر ہوا۔ جہاں میں قیام پذیر تھا۔ رات حضرت نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکی مروت تشریف لے گئے مجھے بھی حضرت کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں رات کو جب میں سویا تو نیند نے غلبہ کیا اور خواب میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سحر کی نماز کی امامت فرمارہے ہیں اور میں جلدی جلدی وضو کررہا ہوں۔ ابھی پاؤں دھونے باقی تھے کہ حضرت نماز سے فارغ ہوگئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ نماز میں سستی کرتے ہو؟ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ فجر کی نماز ہورہی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ امامت فرمارہے تھے۔ میں نے فوراً اٹھ کر وضو کیا مگر ابھی پاؤں دھونے باقی ہی تھے کہ حضرت نماز سے فارغ ہوگئے۔ اور نماز کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تم نماز کی ادائیگی میں سستی برتتے ہو۔

به بیں جمال خدا در وصال نام خدا

اخوندزادہ محمد گل ہزاروی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز کے مناقب بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا "غریب نواز! میں بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز کا غلام ہوں اور حضرت کے عطا کردہ اوراد و وظائف پر سختی سے عمل پیرا ہوں مگر ان وظائف کی تاثیر ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت کی شان غوثیت میں تو کوئی شبہ نہیں۔ غالباً مجھ میں کوئی خامی ہے جو ان اوراد سے اثر پیدا نہیں کر سکا۔" ارشاد فرمایا "اس طرح نہ کہو۔ اگر تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں تیری حاجت اللہ کے فضل اور اپنے شیخ کی مدد سے روا کروں گا۔ یہ فرما کر آپ نے ایک کاغذ پر اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم لکھا اور مجھے عطا کر کے ارشاد فرمایا۔ اس اسم شریف کو کاغذ پر سات ہزار مرتبہ لکھ کر دریا میں ڈال دو۔ جب واپس آؤ۔ تو مڑ کر دریا کی طرف نہ دیکھو۔ راستہ میں تمہیں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ملیں گے۔ جو تمہاری حاجت ہو وہ ان سے بیان کر دو انشاء اللہ تمہاری حاجت روا ہو جائے گی۔

عاشقاں بندۂ حال اند و چناں تیز کنند

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند خواجہ محمد جی صاحب رح فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے ہمراہ ان کے وطن گیا ہوا تھا۔ ایک دن نماز عصر کے بعد حضرت ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اور رو بقبلہ مراقبہ میں مشغول تھے۔ جب شام کا وقت قریب ہونے لگا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر جہر

شروع فرما دیا۔ اسی حال میں جذب کا عالم طاری ہو گیا اور حضرت ایک جست لگا کر اس درخت سے بھی اوپر بلندی پر پہنچے اور پھر اڑتے ہوئے دوسرے درخت کے نیچے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ میں نے یہ عالم دیکھ کر گریہ و زاری شروع کر دی۔ اور مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں حضرت کے ہاتھ پاؤں یا پسلیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ اٹھے مگر ان کے چہرہ مبارک پر کوئی ایسے آثار نظر نہ آئے جن سے معلوم ہو کہ حضرت کو سخت چوٹ لگی ہے آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "محمد جی! تجھے قسم ہے کہ میرا یہ حال کسی سے نہ کہنا اور میرا راز فاش نہ کرنا"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند (اخوند زادہ فاضل دین) روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمسفر تھا۔ ہم ایک شہر میں پہنچے جس کے قاضی کا نام عبدالقدوس تھا۔ اس قاضی کے پاس ایک نکاح کا مقدمہ پیش ہوا۔ قاضی صاحب نے مقدمہ کے ایک فریق کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا قاضی عبدالقدوس نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ نکاح دوسرے مدعی کا درست تھا۔ قاضی کو جب حضرت کے اس ارشاد کی خبر پہنچی تو اس نے غصہ میں کہا "یہ کون شخص ہے جو میرے حکم کو غلط بتاتا ہے۔

اخوند زادہ فاضل دین فرماتے ہیں کہ کچھ دن بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے اور چند دیگر طالبانِ حق سے فرمایا کہ آؤ آج شہر سے باہر چلیں۔ ہم شہر سے باہر ایک جگہ پہنچے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ۔ خود آگے تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اچانک قاضی عبدالقدوس

بھی شہر سے باہر آیا اور ہمارے پاس پہنچکر پوچھا۔ کہ محمد فاضل ذ قدس سرہ العزیز کہاں ہیں؟ جب ہم نے درخت کی طرف دیکھا تو حضرت وہاں موجود نہ تھے۔ قاضی نے بھی ادھر ادھر بہت تلاش کیا مگر انہیں نہ پا سکا۔ آخر جب وہ شہر کی طرف واپس چلا گیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ حضرت اسی درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ غالباً قاضی عبدالقدوس کسی فساد کی نیت سے آیا تھا۔ اسی لئے حضرت نظروں سے نہاں ہو گئے تھے۔

اخوندزادہ فاضل دین صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں اور چند طالبان حق حضرت رحؒ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے۔ جب کالاباغ پہنچے تو حضرت نے وہاں قیام فرمایا۔ ایک دن ایک دریا کے کنارے پر واقع ایک بڑ کے درخت کے نیچے حضرت قیلولہ فرمانے کیلئے ٹھہرے۔ ایک شخص گدھے پر خربوزے لاد کر بیچنے کیلئے شہر کی طرف جارہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ فاضل دین! اٹھو اور قیمت ادا کر کے یہ گدھے کا بار خرید لو۔" میں نے عرض کیا حضرت میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ فرمایا ایک کاغذ کا ٹکڑا اور قلم دو۔ ہم نے دونوں چیزیں پیش خدمت کیں حضرت نے کاغذ پر کچھ لکھا (مگر کوئی حرف اس کاغذ پر لکھا ہوا معلوم نہ ہوتا تھا) اور اس کاغذ میں سوراخ کر کے اس میں سے دھاگے کا تار گذار کر اسے گانٹھ دیدی۔ اور مجھے عنایت فرما کر حکم دیا کہ اس کاغذ کو زمین پر گھسیٹتے چلو۔ میں کچھ قدم چلا تھا کہ حضرت نے فرمایا کاغذ اٹھالو۔ میں نے کاغذ اٹھا کر دیکھا تو کاغذ کے اس حصہ پر جو زمین کی طرف تھا۔ تھوڑا سا سونا (زر خالص) چپکا ہوا تھا۔ فرمایا یہ سونا (زر خالص) اس شخص کو دیدو اور اس سے خربوزے خرید لو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ دوسرے ساتھیوں کو بیدار کرو۔ کہ وہ بھی خربوزے

کھالیں۔ حضرت نے خود خربوزے نہ کھائے۔ جب شہر پہنچے تو حضرتؒ خلوت میں تشریف لے گئے۔ تین شبانہ روز حضرت نے نہ کچھ کھایا اور نہ ہی خلوت سے باہر تشریف لائے۔ تین دن کے بعد جب آپ نے خلوت گزینی ترک فرمائی تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت! کیا وجہ تھی کہ آپ تین دن رات تک بغیر کھائے پیئے خلوت گزین رہے۔ فرمایا۔ میرا حال نہ پوچھو! جو کچھ مجھ پر گذری ہے مجھے ہی معلوم ہے۔ جب ہم نے پھر اصرار کیا تو فرمایا۔ میں نے اس دن جو کام کیا تھا۔ اس کی وجہ سے میرے شیخ مجھ سے ناراض ہو گئے تھے۔ میں تین دن رات تک سرنگون پڑا رہا۔ آخر میرے شیخ کو مجھ پر رحم آیا اور انہوں میری خطا معاف کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ ایسا کام نہ کرنا۔ اب میں نے آئندہ ایسے کام کے کرنے توبہ کر لی ہے۔۔ اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ حضرت سے یہ عمل اس وقت صادر ہوا جب آپ نئے نئے فقر کے میدان میں اترے تھے۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
(رومیؒ)

اخوندزادہ محمد جی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو انہوں نے دریافت فرمایا۔ کہ میرے ساتھ کوئی اور ہمسفر بھی ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا چند افراد اور بھی میرے ہمراہ چلیں گے فرمایا۔ جاؤ! کوئی اور تمہارے ہمراہ ہو یا نہ ہو حضرت خضر علیہ السلام ضرور تمہارے ہمراہ ہوں گے۔

راستہ میں ایک مقام پر ہم نے ایک سوار کو کھڑا پایا۔ ہم نے اس کے کھڑے ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں دکھ رہا ہے جس کی وجہ سے اس میں قطع منزل کی طاقت نہیں رہی۔ میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہر شخص ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس گھوڑے کے پاؤں پر دم کرے تاکہ درود شریف کی برکت سے گھوڑا صحت یاب ہو جائے۔ چنانچہ ہم سب نے درود شریف پڑھ کر اس گھوڑے پر دم کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے صحت کاملہ عطا فرمائی اور نہایت تیز رفتاری سے وہ گھوڑا سوار ہم سے آگے چل دیا۔ دوپہر کے وقت ہم پانی کے ایک چشمہ کے پاس پہنچے۔ میں نے وضو کی تیاری کی اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ بھی وضو کر لیں کیونکہ آگے پانی نہیں تھا۔ اچانک وہاں ایک شخص نمودار ہوا جس نے چرمی لباس پہن رکھا تھا۔ اور مجھ سے کہا "اے فقیر! تو اپنے ہمراہیوں پر کیوں ظلم کر رہا ہے کہ ابھی نماز کا وقت بھی نہیں ہوا اور ان سے وضو کروا رہا ہے" اس کے بعد میں نے تو وضو کر لیا مگر میرے ہمراہیوں نے وضو نہ کیا۔ ہم روانہ ہوئے تو وہ شخص ہمارے ہمراہ تھوڑی دور تک جا کر غائب ہو گیا ہم نے اسے بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ اس اثنا میں ہم راستہ بھول گئے۔ اور جنگل میں ادھر ادھر سرگرداں پھرنے لگے۔ ہم اسی عالم میں تھے کہ ایک سفید ریش اور سفید پوش شخص ہاتھ میں عصا لیے ہوئے ہمیں اپنے ہمراہ نظر آیا۔ وہ ہمارے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ راستہ میں اس نے مجھ سے کہا "جس شخص کا پیر کامل ہو وہ شیطان کے فریب میں آ کر کیوں غلط راستہ پر چلتا ہے" اس شخص نے ہماری پیشوائی شروع کر دی۔ اور ہمیں صحیح راستہ پر لے آیا۔ اور کہا کہ یہ صحیح راستہ ہے اسی راہ پر روانہ ہو جاؤ۔ مگر خبردار کہ دوسری بار شیطان کی فریب کاری سے غلط راستہ اختیار نہ کر لینا۔" یہ کہہ کر وہ شخص ہماری نظروں سے غائب ہو گیا

اور میں اپنی جگہ مجسمۂ حیرت بن کر کھڑا رہ گیا۔ میں نے بہت افسوس کیا کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جنہیں میں نہیں پہچان سکا۔ اور وہ شخص جس نے چرمی لباس پہنا ہوا تھا۔ شیطان تھا۔

ایک دریائے کرم ہے جسے سمجھا نہ کوئی
فطرتِ پیرِ مغاں سلسلۂ راز نہیں ہے

(۳ بار)

اخوندزادہ محمد جی روایت کرتے ہیں، میں ایک مرتبہ رجوعیہ کے قصبہ میں حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ غریب نواز! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری تقصیرات معاف فرمائے"۔ ارشاد فرمایا" محمد جی! ہمیشہ علم کی طلب میں رہو، تم کیا چیز مانگ رہے ہو؟ چونکہ مجھے حضرت کی بزرگی پر عقیدہ تھا اس لئے میں نے پھر یہی سوال دہرایا۔ حضرتؒ نے درود شریف پڑھ کر میرے ہاتھ پہ دم کیا، اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سینے پر ملا۔ اور فرمایا "سچ کہہ کہ تجھے کیا نظر آرہا ہے؟ اللہ کی قدرت سے مجھے وہ تمام گناہ یاد آنے شروع ہوئے جو میں نے اپنی تمام عمر میں کیئے تھے۔ ہر گناہ کے یاد آنے پر حضرت مجھے فرماتے جاتے تھے۔ یہ فلاں گناہ تو نے فلاں مکاں میں کیا تھا۔ اور یہ فلاں گناہ تو نے فلاں جگہ کیا تھا۔ میں ہر گناہ کا اقرار کرتا جاتا تھا۔ ایک گناہ جو مجھ سے صادر ہوا تھا حضرت نے یاد کرایا تو میں اس سے منکر ہو گیا کیونکہ اس گناہ کے اقرار کرنے سے مجھے شرم محسوس ہو تی تھی۔ دریافت فرمایا"۔ تو نے کسی فقیر کے کہنے کے مطابق کبھی درود شریف کی زکوٰۃ دی تھی"؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں چھوٹی عمر میں بہت خوبصورت تھا۔ اس وقت ایک فقیر مجھ پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کی ہدایات کے مطابق میں نے درود شریف کی زکوٰۃ دی تھی۔"

ارشاد فرمایا: کہ وہ درود شریف تیرے دل کے اردگرد سفید کپڑے کی طرح لپٹا ہوا ہے۔ اور یہ گناہ جس سے تو منکر ہو گیا ہے اس کپڑے پر ایک سیاہ داغ بن کر ظاہر ہو گیا ہے۔ جب حضرت نے یہ فرمایا تو میں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نور محمد رح روایت کرتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ حضرت رح کے ہمراہ سوہاوہ گیا ہوا تھا۔ سوہاوہ کے لوگ حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس پہاڑ میں جو ہمارے دِہ کے قریب ہے ایک شیر پیدا ہو گیا ہے جس نے ہمارے گاؤں کے بہت سے بیلوں اور کچھ لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے اگر آپ کچھ تدارک فرمائیں تو مہربانی ہوگی ورنہ ہمارے گاؤں کے لوگ اور بیل اسی طرح ہلاک ہوتے رہیں گے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا: ایک بندوق لاؤ۔ تعمیل ارشاد کی گئی۔ تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے اس میں بارود بھرا اور بندوق ایک شخص کو دیکر فرمایا۔ " یہ بندوق لو اور اسے جاکر پہاڑ کی چوٹی پر داغو اور بلند آواز سے کہو کہ اے شیر فلاں فقیر کے حکم سے اس پہاڑ سے دور ہو جا۔" حضرت کی ان ہدایات پر عمل کیا گیا۔ اور اس دن کے بعد اس شیر کو کسی نے اس پہاڑ پر نہ دیکھا اور نہ ہی پھر کوئی جانی نقصان ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نور محمد رح روایت کرتے ہیں۔ حضرت رح

کالا باغ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن مولوی شمس الدین بہاولپوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ فاقہ کشی کی وجہ سے ہلاکت تک نوبت پہنچ چکی ہے دعا فرمایئے کہ میرے رزق میں فراخی ہو" حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب حضرت سنوں تشریف لے گئے تو مولوی مذکور بھی ساتھ تھے۔ وہاں پھر ان کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری تنگدستی پر غور فرمایئے اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عسرت کی زندگی سے نکالے اور راحت کی زندگی نصیب کرے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی شمس الدین صاحب کو ایک گھوڑی عطا فرما کر ارشاد کیا" جا اور کوئی غم نہ کھا۔ جب تک یہ گھوڑی تیرے پاس رہے گی تیرے گھوڑوں کی تعداد بڑھتی جائیگی"۔ مولوی مذکور خوشی خوشی وہاں سے روانہ ہوا اور کچھ عرصے کے بعد اس کے گھوڑوں کی تعداد میں بے انتہا اضافہ ہوا اور اس کی زندگی راحت اور آرام سے گذرنے لگی۔

نافع الراسخین کے مصنف محمد زعفران لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:-

"میں ایک مرتبہ اپنے شیخ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا اور کچھ دنوں کے بعد تونسہ شریف پہنچکر ان کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ میرے شیخ (خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز) نے مجھے قیام کیلئے ایک حجرہ عطا فرمایا۔ ایک دن ایک شخص اس حجرہ میں آیا اور فی سبیل اللہ تیس روپے میری نذر کر گیا۔ میں نے وہ روپے سنبھال کر رکھ لئے اور دل میں یہ سوچا کہ واپسی پر راستہ میں یہ رقم کام آئیگی نماز ظہر سے فارغ ہو کر میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجلس کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ وہاں کئی علماء اور خوانین بھی موجود تھے۔ اچانک

حضرت نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: "اس زمانہ کے فقراء ایسے ہیں کہ اگر انہیں کوئی فی سبیل اللہ تیس روپیہ دے۔ تو وہ اس رقم کو اپنے پاس اس خیال سے جمع کر لیتے ہیں کہ یہ رقم کل کام آئے گی"۔ جب میں مجلس سے اٹھا تو اس رقم میں سے دس روپیہ فقراء میں تقسیم کر دیئے۔ اور باقی بیس روپیہ سنبھال کر رکھ لئے۔ دوسرے دن پھر میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اب کے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ارشاد فرمایا: "اس زمانہ کے فقراء ایسے ہوتے ہیں کہ تیس روپیہ میں سے دس روپیہ فی سبیل اللہ دیتے ہیں اور بیس روپیہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں"۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں پھر اٹھا اور باقی ماندہ بیس روپوں میں سے دس روپیہ نکال کر فقراء میں بانٹ دیئے۔ اور صرف دس روپیہ اپنے پاس رہنے دیئے تیسرے دن جب پھر میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے پھر فرمایا: "اس زمانہ کے فقراء اتنے بے توکل ہیں کہ اگر انہیں کوئی تیس روپیہ فی سبیل اللہ دے تو وہ اس رقم میں سے بیس روپیہ تو اللہ کے نام پہ فقراء کو بانٹ دیتے ہیں اور دس روپیہ اپنے خرچ کیلئے پس انداز کر لیتے ہیں"۔ میں بہت شرمندہ ہوا۔ مجلس سے اٹھا اور باقی ماندہ دس روپیہ بھی فقراء میں بانٹ دیئے۔ چوتھے دن جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو تمام مجلس کے دوران حضرت نے مذکورہ قسم کے فقرات پھر ارشاد نہ فرمائے

میرے شیخ اتنے تارک الدنیا تھے کہ یہ دنیا ان کی نگاہوں میں بے قیمت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّطَالِبُہَا کِلَابٌ۔ (دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔) وہ اس حدیث نبوی کی روشنی میں متاع دنیا سے متنفر تھے۔

پردہ از چہرہ برافگن کہ چو خورشید سحر
بہرِ دیدار تو لبریز نگہ آمدہ ایم (اقبال)

ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں چند طالبانِ حق کے ساتھ اخوند صاحب سوات سے ملاقات کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ تین دن رات کے سفر کے بعد ہم راستہ بھول گئے۔ جس شخص سے صحیح راستہ پوچھتے تھے وہ یہی جواب دیتے تھے کہ تم اندھے ہو جو غلط راستہ پر جا رہے ہو۔ حیرت اور پریشانی کے عالم میں ہم نے رات وہیں بسر کی۔ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت لمبا بازار ہے اور اس بازار میں ریشمی کپڑوں کے مختلف قسم کے تھان پڑے ہوئے ہیں۔ اور بازار میں کوئی شخص موجود نہیں۔ میں اس بازار میں سے گذر رہا تھا اور مجھے یہ خوف لاحق تھا۔ کہ کوئی مجھے چور کہہ کر پکڑ نہ لے۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک دکان میں نواب فقیر بیٹھا ہوا ہے وہ مجھ سے مل کر کہنے لگا "اے فقیر! تو اس بازار میں عبدالغفور (اخوند صاحب سوات) کو طلب کر رہا ہے حالانکہ وہ اس بازار میں نہیں ہے۔ آگے جا۔ اس بازار کے دروازہ کے باہر تیرے شیخ حضرت خواجہ محمد سلیمان (قدس سرہ العزیز) کا خیمہ استادہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے میری نمازِ جنازہ کی امامت بھی کرنا ہوگی۔ الغرض میں روانہ ہوا اور بازار کے دروازہ کے باہر نکلا تو اپنے شیخ کا خیمہ استادہ پایا۔ میں اس خیمہ کے چاروں طرف گھوما۔ مگر مجھے اندر جانے کا راستہ نہ ملا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کے بعد اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز کی زیارت کیلئے ہم روانہ ہوئے راستہ میں ایک شہر میں پہنچے جہاں نواب فقیر سکونت پذیر تھے۔ نواب فقیر کے مریدوں کو جب میری آمد کی خبر ہوئی تو میرے استقبال کیلئے آئے اور کہا کہ نواب فقیر آج رات رحلت فرما گئے ہیں۔ اور اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت کر گئے ہیں

کہ میری نماز جنازہ خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب ادا کریں گے۔ اب جنازہ تیار ہے مہربانی فرماکر نماز جنازہ میں شرکت فرمایئے۔ میں یہ بات سن کر نواب فقیر کی بزرگی کی علامت دیکھ کر حیران رہ گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ وبحمدہ نواب فقیر رحؒ نے جو کچھ خواب میں کہا تھا وہی کچھ ہوا۔ الغرض ان کے جنازہ کی نماز ادا کی اور وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ کچھ دن سفر کرنے کے بعد راستہ میں ہمیں ایک شخص ملا۔ جب اس نے ہم سے سنا کہ ہم اپنے شیخ خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحؒ کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔ تو اس نے فرمایا کہ خواجہ موصوف تو اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور حضرت شیخ کے وصال کا بے انتہا افسوس ہوا۔ اب میں اس خواب کی تعبیر سمجھا کہ اپنے شیخ کے خیمہ کا دروازہ مجھے نہیں مل رہا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ میرے پیر و مرشد وصال پا چکے ہیں اور ان کی ملاقات میری قسمت میں نہیں ہے۔

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں!
خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

نافع السالکین کے مصنف لکھتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک مرتبہ اپنے شیخ خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ العزیز کی زیارت کے لئے گیا۔ چند دن حضرت کی خدمت میں گذارے۔ رخصت کے وقت حضرت کی قدمبوسی کی اور عرض کیا" غریب نواز! مجھے رخصت عطا فرمایئے"۔ ارشاد فرمایا" میرے قریب آؤ"!

جب میں قریب ہوا تو حضرت قدس سرہ العزیز مجھ سے بغلگیر ہوئے اور اپنا سینہ میرے سینہ سے ملا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔ میں ان کے سامنے

بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ارشاد فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔"
میں قریب ہوا تو پھر اسی طرح مجھ سے بغلگیر ہوئے لیکن اب کے حضرت نے اتنا زور لگایا کہ میری پسلیوں سے درد اٹھنے لگا اور مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں میرے سینے کی ہڈیاں نہ ٹوٹ جائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا۔ "جاؤ تمہیں اجازت ہے۔" میں حیران تھا کہ میرے شیخ نے اس سے پہلے میرے ساتھ ایسی مہربانی کبھی نہیں فرمائی تھی۔ مگر میرا خیال تھا کہ اس غیر معمولی مہربانی میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد جب میں پھر اپنے شیخ کی زیارت کیلئے تو راستہ میں مجھے ان کے وصال کی خبر ملی۔ اب میں سمجھا کہ میرے شیخ اس لئے مجھ سے تین مرتبہ بغلگیر ہوئے کہ انہیں معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ میں اس حقیقت کو اس وقت نہ جان سکا۔

بنوں کے ملک شاہ ولی خان روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بنوں کے علماء سے بحث فرما رہے تھے۔ میں حضرت رح کی معاونت کر رہا تھا جب امر متنازعہ کا فیصلہ ہو گیا تو میں نے عرض کیا: "غریب نواز! آپ سے دوستی کرنے کی وجہ سے بنوں کے علماء میرے مخالف ہو گئے ہیں"۔
ارشاد فرمایا: "تو کوئی فکر نہ کر! کچھ دنوں کے بعد یہ تمام علماء تیرے گھر آئیں گے۔ اور تیری دوستی کا دم بھریں گے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت میں بقید حیات ہوں گا یا نہیں؟
کچھ دنوں کے بعد واقعی ایک دن بنوں کے تمام علماء جمع ہو کر میرے گھر پہنچے اور کہنے لگے۔ "شاہ ولی خان! تو ہماری مدد کر تا کہ ہم شریعت حقہ کی

نگہداشت کر سکیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قاضی غلام یوسف نے فلاں شخص کی منکوحہ کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے۔"

میں نے خدا کا شکر کیا کہ بنوں کے تمام علماء میرے دوست بن گئے اس کے بعد میں نے حسب توفیق ان علماء کی خدمت کرنے کے بعد مدد کی۔ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ وصال پا چکے تھے۔ اور ان کا فرمان پورا ہو چکا تھا۔

تو نہ دانی عشق و مستی از کجا است
ایں شعاعِ آفتابِ مصطفےٰ است (اقبال)

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بلیانہ تشریف لائے اور اخوندزادہ گل محمد کی مسجد میں قیام فرمایا۔ نمازِ عشاء کے بعد تمام معتقدین کو رخصت فرمایا اور خود مسجد میں تنہا رہے آدھی رات کے وقت نمازِ تہجد کیلئے اٹھے۔ تہجد پڑھ کر مسجد کی محراب میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ مکاشفہ میں مستغرق تھے کہ ایک صاحبِ دل شخص اس مسجد کے پاس سے گذرا اور دیکھا کہ مسجد میں شعلۂ نور چمک رہا ہے۔ جب اس مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک شعلۂ نور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سر کے اوپر سے اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ جب حضرت کے نزدیک پہنچا تو وہ شعلہ غائب ہو چکا تھا۔ وہ صاحبِ دل یہ معاملہ دیکھ کر مسجد سے واپس ہوا اور صبح نمازِ فجر کے بعد کچھ لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ جب یہ راز فاش ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی تو آپ نے روزانہ نمازِ عشاء اور معتقدین کے رخصت ہونے کے بعد چراغ جلا کر مسجد میں رکھنا شروع کر دیا۔ تاکہ لوگ کسی قسم کے گمان یا توہم میں مبتلا نہ رہیں۔

یہ واقعہ بہت ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے۔

سفر طویل ہے کچھ زادِ راہ لے جاؤ
کسی فقیر کی کامل نگاہ لے جاؤ (مقدم)

نافع السالکین کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ رح کی زیارت کے بعد اپنے وطن کو لوٹے۔ اس سفر کے دوران میں ایک رات میرے گھر پر بھی تشریف لائے۔ دوسری شب کل سروت تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہاں اطراف و جوانب سے علماً آپ کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے اور ہر شخص اپنی ضروریات اور مشکلات پیش کرتا تھا۔ اور حضرت سے خصوصی توجہ کی درخواست کرتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے مناسب حال جواب ارشاد فرماتے تھے۔ جب تمام لوگ رخصت ہو گئے تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "سب لوگ اپنی حاجات پیش کر کے دعا کرا رہے ہیں تم نے کسی حاجت کیلئے دعا نہیں کرائی"۔

میں نے عرض کیا "غریب نواز! یہ تمام لوگ تھوڑے وقت کے ساتھی ہیں۔ میں چونکہ چشتیوں کا دامنگیر ہوں اس لئے تھوڑے وقت کی آشنائی نہیں کرتا۔ میں تو اس امر کا امیدوار ہوں کہ مجھے قیامت کے دن اپنے غلاموں میں سے سمجھئے اور میری دنیا اور آخرت کے حال پر رحمت کی نظر فرمایئے"۔

یہ سن کر حضرت نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور ارشاد فرمایا۔

"میں تجھے ہر وقت یاد رکھتا ہوں اس لئے میں تجھے کبھی نہیں بھولوں گا"۔

افسوس ہے کہ اس واقعہ کے بعد مجھے حضرت کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جلد ہی وصال ہو گیا۔

حاجی غلام محمد (ڈیرہ اسماعیل خان والے) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا۔

"غریب نوازی ہو گی اگر میرے اہل خانہ کو بیعت فرما کر سلسلہ عالیہ چشتیہ

میں داخل فرمائیں"۔ فرمایا ایک برتن میں پانی بھر کر لاؤ" میں نے تعمیل ارشاد کی آپ نے
اس پانی میں انگلی ڈالی اور پھر فرمایا تمام گھر والے اس پانی میں اپنی انگلیاں ڈالیں۔
اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔ اس کے بعد حضرت رحمۃ نے میرے تمام اہل خانہ کو اپنی بیعت سے
مشرف فرمایا۔ جب میں پانی کا برتن وہاں سے اٹھا کر لے چلا اور چند قدم ہی آگے
گیا تھا کہ وہ برتن میرے ہاتھ سے گر کر چور چور ہو گیا۔ میں حیران ہو گیا مگر حضرت رحمۃ
نے فرمایا "تیرے تمام اہل خانہ کے گناہ اس برتن میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ تمام گناہ اب
جھڑ گئے ہیں اور تمام گھر والے گذشتہ گناہوں سے پاک ہو گئے ہیں۔

قلندراں کہ بہ تسخیر آب و گل کوشند
زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند (اقبال)

سید نظام الدین شاہ ترمذی اور سید برہان الدین ترمذی روایت کرتے ہیں
کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کابل تشریف لائے اور عطا محمد
خان خاکوانی کے مکان میں قیام فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد اخوند صاحب سوات کے
ایک خلیفہ چند علماء کے ساتھ والئی کابل امیر شیر علیخاں کے دربار میں پہنچے اور
کہا کہ ہم حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جو آج کل
عطا محمد خان خاکوانی کے ہاں مقیم ہیں۔ آپ کی موجودگی میں بعض مسائل پر تحقیقی
بحث کرنا چاہتے ہیں۔ والئی کابل امیر شیر علیخان نے ان کی درخواست منظور کی۔
اور کہا کہ میں بذات خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی کیلئے جاؤں گا۔ جب
یہ خبر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "میں بھی اس ملک میں شریعت
کی بنیادوں پر مسائل کی تحقیقات کے لئے آیا ہوا ہوں۔ حضرت کے میزبان
عطا محمد خان خاکوانی کو جب شاہ کابل امیر شیر علیخان کی آمد کی اطلاع ہوئی

تو اس نے شاہ کابل کی مہمانی کرنے کیلئے ایک ہزار ایک سو روپیہ صرف کر دیا
دوسرے دن امیر کابل اور اخوند صاحب سوات کے خلیفہ دوسرے علماء و خوانین
کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے امیر کابل نے قدمبوسی کے بعد دریافت کیا
"غریب نواز! وہابی کا قتل جائز ہے یا ناجائز؟"
حضرت نے فرمایا "ارتکاب جرم سے پہلے خون بہانا ناجائز ہے"۔
امیر کابل نے پھر پوچھا "سماع حلال ہے یا حرام؟"
ارشاد فرمایا "امیر صاحب! آپ جاہل محض ہیں آپ مجھ سے ایسا سوال نہیں
پوچھ سکتے۔ علمائے سے کہیئے کہ وہ مجھ سے اس مسئلہ پر خیال آرائی کریں"۔
جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امیر کابل شیر علی خان کو جاہل محض فرمایا تو ان
کے میزبان عطا محمد خان خاکوانی اور دوسرے علما اور خوانین پریشان ہو گئے
مگر امیر شیر علیخان نے کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ حضرت کا ارشاد سن کر
فقط مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔
"امیر صاحب! سنیئے ۔ مردہ نفس زندہ دلاں را رواست
ہر کہ جز ایں نیست مر اورا خطا است

جہاں پر سماع ہست مستی و شور
و لیکن چہ بیند در آئینہ کور

شاہ کابل نے عرض کیا "اس مجلس میں کوئی ایسی صفت رکھنے والا انسان ہے
(جس کیلئے سماع حلال ہو)
فرمایا "اگر انصاف چاہتے ہیں تو اخوند صاحب سوات کے اس خلیفہ صاحب کو
اور مجھے ایک حجرہ میں بند کر دیجئے اور چالیس دن تک ہمیں کچھ نہ دیا جائے۔ لیکن اس
عرصہ میں گاہے گاہے ہمیں خوراک کے طور پر قوالی سنا دی جائے۔ چالیس دن

کے بعد ہمیں حجرہ سے باہر نکالا جائے۔ اور پھر دیکھا جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کے لئے سماع روا ہے"

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا تو امیر کابل نے خلیفہ صوات کی طرف مخاطب ہو کر کہا "خلیفہ صاحب! تیار ہو جائیے آپ دونوں چالیس دن تک کچھ کھائے، پیئے بغیر حجرہ نشینی کیجئے"۔

خلیفہ صاحب نے جواب دیا "مجھ میں چالیس دن تک بھوکا رہنے کی قوت نہیں ہے۔ مجھے تو چار یا پانچ دن بھی کھانا نہ ملے تو مر جاؤں گا"۔

خلیفہ صاحب کا یہ جواب سن کر امیر کابل اٹھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پہ گر پڑے اور پانچ صد روپیہ نذر کئے۔ حضرت نے یہ نذر قبول نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

"میں دنیا کی دولت جمع کرنے کیلئے یہاں نہیں آیا ہوں۔ البتہ آپ کو چاہیے کہ علماء، سادات اور غرباء سے نیکی کیجئے"۔ اور اس خلیفہ صاحب کو بھی غلط فتویٰ دینے سے منع کیجئے تاکہ یہ ہر شخص کو وہابی نہ کہے"۔

امیر کابل نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اگر پھر تو نے کسی شخص کو وہابی کہا تو میرے لئے تیری گوشمالی لازم ہو جائیگی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے روانہ ہوئے اور اپنے وطن تشریف لے آئے۔

بال بازاں را سوئے سلطاں بُرد

حاجی غلام محمد (ڈیرہ اسماعیل خاں والے) روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نیاز حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ میں ڈیرہ اسماعیل خان سے روانہ ہوا۔ داوئی کرم میں پہنچا تو دیکھا کہ دریائے کرم میں طغیانی آئی

ہوئی ہے۔ لوگوں کی آمدورفت بند ہوچکی تھی۔ کوئی شخص پانی میں سے گذرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ مجھے حضرت کی قدمبوسی کا شوق تھا اس لئے میں نے اپنا کرتا اتار کر اپنے سر پر باندھ لیا اور پانی میں اتر گیا۔ پانی کا زور اتنا تھا کہ سر پہ بندھا ہوا کرتا دریا میں بہہ گیا۔ اور خود مجھے بھی اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اسی وقت میں نے حضرت رحمہ کو یاد کیا اور مدد کا طالب ہوا۔ چنانچہ اپنے شیخ کی توجہ سے میں بخیریت پار اتر گیا۔ جب میں ''کالا باغ'' میں پہنچا تو حضرت ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر اٹھے اور میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے فرمایا۔ ''آئندہ ایسا کام نہ کرنا''۔ یہ کہہ کر آپ نے میرا کرتا جو دریا میں بہہ گیا تھا مجھے عطا فرمایا۔ اس وقت مجھے یقین ہوگیا۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ باکرامت ولی ہیں اور ان کا دست فیض تنگدستی کے وقت اپنے مرید تک پہنچتا ہے۔

سکندرانہ جلال و قلندرانہ جمال
بہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

اخوندزادہ عمل دین روایت ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بنوں تشریف لائے ہوئے تھے۔ علمائے بنوں آپ کے خلاف فساد کرنے کیلئے جمع ہو گئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ ''غریب نواز! معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقیر نہیں ہیں ورنہ آپ کے دشمنوں میں اتنا زور نہ ہوتا''۔

حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: ''صبر سے کام لینا چاہیئے''۔

میں نے عرض کیا: ''آپ مجبوری اور لاچاری کی وجہ سے صبر کر رہے ہیں۔

ورنہ ان لوگوں کو ضرور نقصان پہنچنا چاہیئے تھا"
آپ نے یہ سن کر تین پتھر اٹھائے اور مجھے دے کر فرمایا" ان پتھروں کو اپنی چادر کے ایک پلو میں باندھ لے۔
میں نے تعمیل ارشاد کی۔ اس کے بعد آپ نے کچھ پڑھ کر ان پتھروں پہ پھونکا اور فرمایا" اب پتھروں کو دیکھ کیا بن چکے ہیں؟ جب میں نے چادر میں سے پتھروں کو نکالا تو دیکھا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔
فرمایا" خداوند ذوالجلال کی قسم ہے، اگر دشمنوں کی طرف ایک مرتبہ بھی دیکھوں تو ان کے سر ان پتھروں کی طرح ٹوٹ جائیں۔ میں صبر سے کام لے رہا ہوں کیونکہ یہی میرے مرشدوں کا طریق ہے"!
جب میں نے حضرت کی یہ کرامت دیکھی تو ان کے قدموں میں گر گیا اور میرے دل کو ان کی بزرگانہ عظمت کا معترف ہونا پڑا۔

تمت بالخیر

مرکز علم وادب پاکستان

سرحد الیکٹرک پریس پشاور میں چھپا



السلام و علیکم
امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے
اس کتاب کو پی ڈی ایف کرنے کا مقصد
فی سبیل اللہ فراہم کرنا ہے لہذا اس سے
تجارتی مقصد نہیں ہے اس کو پڑھ کر
آگے سنڈ کریں اور اس بندہ ناچیز کو
اپنی دعاوں میں یاد رکھیں

خلیفہ مدنی تونسوی
تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی
خان پاکستان

+923321717717

pdf by